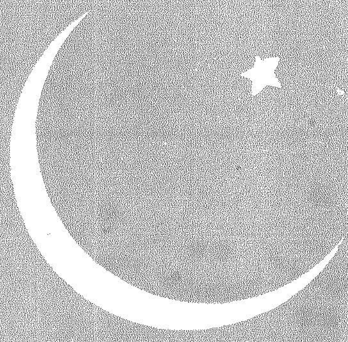


ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

۱۹ اپریل ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا احمد صاحب ایم - اے فاضل دیوبند لکھنؤ)

بھارت میں سراج منیر کی کرن

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین -

بھارت کے وزیر اعظم نے ایک تقریر میں بجا فرمایا ہے کہ اسلام امن کا پیغام ہے اور ہندوستان میں بھی امن کے ساتھ داخل ہوا - مسلمان فاتحین کی لڑائیاں سیاسی تھیں جن کو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا -

بے شک اسلام جہاں بھی پہنچا امن کا داعی بن کر پہنچا - " لا اکراہ فی الدین " دین میں کوئی جبر نہیں ([illegible]) کے مطابق اس کی اشاعت کبھی تلوار کی رہین منت نہیں ہوئی - اور ہو بھی نہیں سکتی تھی جبکہ یہ دین فطرت ہے اور انسان کی فطرت خود بخود اس کی جانب راغب ہوتی ہے - جبر و تعدی سے وہ اصول منوائے جاتے ہیں - جو دلائل کے متحمل نہ ہو سکیں - اسلام عقل و بصیرت کا دین ہونے کی وجہ سے اپنی تبلیغ کے لئے جبر سے بے نیاز ہے - چین میں کوئی مسلمان فاتح تلوار لیکر نہیں گیا - اور کبھی مسلمانوں نے حکومت نہیں کی لیکن وہاں کئی کروڑ مسلمان موجود ہیں - انڈونیشیا مسلمانوں کی سلطنت کے قیام سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا - اس کے برخلاف دوسرے مذہب حکومت کے اثر سے پھیلے - مسیحیت کو اس وقت تک مطلق فروغ نہ ہو سکا - جب تک کہ چوتھی صدی عیسوی میں روما الکبریٰ کے شہنشاہ قسطنطین نے اسے اختیار کر کے سرکاری مذہب قرار نہیں دیا - آکسفورڈ مشن کے ایک پادری نے اعتراف کیا کہ بعض ممالک مثلاً جرمنی میں مسیحیت آگ اور تلوار سے پھیلائی گئی - بدھ مذہب کی ترقی کا مدار سیاسی اقتدار پر تھا - ہند کے مورخین تسلیم کرتے ہیں - کہ اگر مہاراجہ اشوک نہ ہوتا تو بدھ مذہب نہ پھیل سکتا - مہاراجہ ہرش نے بھی اس کی سرپرستی کی - اس کے بعد ہندو مہاتماؤں مثلاً شنکر آچاریہ اور راجپوت راجاؤں نے تلوار سے بدھ مت کو مٹا کر ہندو دھرم کو رائج کیا - یہ ایک دردناک داستان ہے جس کے بیان کی حاجت نہیں اگر زردشت کو شاہانِ ایران کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو آج اس کے مذہب کا وجود نہ ہوتا - " لا اکراہ فی الدین " جیسا صریح اعلان قرآن کے سوا کسی مذہبی کتاب میں نہیں ہے - اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو ترک اور مغل جنہوں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے لاکھوں فرزندانِ توحید کو تہ تیغ اور ان کی تہذیب و تمدن کو برباد کیا ہرگز اسلام قبول نہ کرتے - اور کوئی راجپوت تبدیلِ مذہب نہ کرتا - عراق و شام و مصر وغیرہ میں غیر مسلم اقلیت باقی نہ رہتی اور ہندوستان میں کم از کم مسلم اکثریت ہوتی - یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جن قوموں کو مسلمانوں نے مغلوب کیا ان میں غیر مسلم اقلیت یا اکثریت موجود ہے - لیکن جو قومیں مسلمانوں پر غالب آئیں مثلاً ترک و مغل وہ سو فیصدی مسلمان ہوگئیں -

ہندوستان میں اسلام غزنوی - غوری - خلجی - تغلق اور مغل سلاطین کے ساتھ نہیں - بلکہ علماء و مشائخ کے ساتھ آیا - جن میں سلطان الہند حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ امتیازی حیثیت رکھتے تھے - آپ ۵۳۶ھ یا ۵۳۷ھ میں سیستان میں پیدا ہوئے - سلسلہ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے - آپ کے والد سید غیاث الدین حسن سنجری رح ایک دولتمند رئیس ہونے کے علاوہ عابد - زاہد - متقی بھی تھے - ۵۵۱ھ یا ۵۵۲ھ میں ان کا انتقال ہو گیا - اور سید معین الدین کو جو صرف پندرہ برس کے تھے ترکہ میں ایک باغ اور ایک چکی ملی - ایک دفعہ آپ درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ زمانہ کے مشہور مجذوب شیخ ابراہیم قندوزی رح وہاں آ نکلے - سید معین الدین رح نے ادب سے ان کا خیر مقدم کیا - سایہ میں بٹھایا - کچھ پھل پیش کئے - اور عقیدت کا اظہار کیا - شیخ نے اپنی جھولی سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور دانت سے کاٹ کر آپ کے منہ میں ڈال دیا - اس کے حلق میں اترتے ہی قلب میں انقلاب پیدا ہو گیا سینہ تجلی الٰہی سے روشن ہو گیا - آنکھوں سے پردے ہٹ گئے - اور دنیا کی دولت و ثروت اور عیش و آرام ہیچ نظر آنے لگے - جب وہ درویش چلے گئے تو آپ نے اپنی سب جائداد بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دی اور وطن کو خیرباد کہکر بخارا میں وارد ہوئے - جو تہذیب و تمدن کا بڑا مرکز تھا - وہاں کے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا - اور ۵۶۰ھ میں علم دین کی تحصیل سے فارغ ہوئے - اس کے بعد تربیت باطن کے لئے کسی مصلح کی جستجو کرتے ہوئے خراسان کے موضع ہرون پہنچے - جہاں حضرت خواجہ عثمان ہرونی جیسے اہل باطن اور صاحبِ کمال مرشد تشریف فرما تھے - سید معین الدین رح کو شیخ کامل مل گیا - آگے جانے کا خیال ترک کر دیا اور خواجہ عثمان رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی -

خواجہ عثمان رح نے ان سے دو رکعت نفل کے بعد سورہ بقرہ پڑھوائی - پھر ساٹھ دفعہ سبحان اللہ کہلوایا - اور فرمایا - آسمان پر دیکھو اور ان کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی - " یا اللہ میں معین الدین کو تیرے حضور میں پیش کرتا ہوں - اسے قبول کر " اس کے بعد اپنی کلاہ ان کے سر پر رکھی اور کملی اڑھائی - ہزار بار سورہ اخلاص پڑھوائی اور فرمایا " اب جاؤ اور ایک دن اور ایک رات ذکر الٰہی میں گزار کر آؤ - "

آپ نے حکم کی تعمیل کی - چوبیس گھنٹے نفلیں پڑھیں - اور حاضر ہوئے - شیخ نے فرمایا - " بس کام پورا ہو گیا - یہ دینار لو اور مسکینوں میں تقسیم کر دو " اس کے بعد آپ شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ان کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونے لگے -

آپ کے مرید ہونے کی کیفیت سبق آموز ہے - آج کل بھی لوگ " شیخ کامل " کو تلاش کرتے ہیں - مگر تزکیۂ نفس اور اصلاح اخلاق و اعمال کے لئے نہیں بلکہ دولت - ملازمت - جائداد وغیرہ کے حصول یا شادی یا مقدمہ میں کامیابی کے لئے -

کچھ مدت بعد آپ نے حج کیا - جب مدینہ منورہ میں روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

Mistri Allah Baksha Machine Saz Thana Bazar Mein Chann

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲ | ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹-اپریل ۱۹۵۷ء | شمارہ ۴۹

جمہوریہ اسلامیہ میں رمضان المبارک کا احترام

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد دسواں اور اسے جمہوریہ اسلامیہ قرار دینے کے بعد دوسرا ماہ صیام گزر رہا ہے۔ ارباب حکومت یا سرکاری عہدہ دار رسماً احترام کے لئے اپیل کر دیتے ہیں کہ سربازار کھانے پینے سے احتراز کیا جائے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ مناسب قوانین وضع کر کے بد احترامی کرنے والوں کو تادیب کی جائے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسانوں کے بلکہ غیر مسلم اور مسلم دشمن انگریز کے قوانین کی معمولی سی بد احترامی ہو جائے تو نوٹس لے لیا جاتا ہے۔ سڑک پر بائیں سے دائیں چلا جائے تو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ لیکن احکم الحاکمین کے قوانین کی پابندی میں تغافل اور سخت ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ عمال حکومت جہاں دوسرے دنیوی قوانین کے نفاذ کے لئے چوکنے رہتے ہیں وہاں ساتھ ساتھ رمضان شریف کا احترام نہ کرنے والوں کو بھی تنبیہ و تعزیر کرتے جائیں تو کیا ہی اچھا ہو وہ سمجھیں نہ سمجھیں اس تغافل کے لئے وہ یقیناً اللہ تعالےٰ کے ہاں جواب دہ ہیں۔

اس ضمن میں ہمیں یہ بھی کہنا ہے۔ کہ محکمہ آبکاری کے سربراہ نے ماہ رمضان میں مسلمانوں کے لئے (خواہ وہ لائسنس یافتہ ہی کیوں نہ ہوں) شراب کی خرید بالکل بند کر دی ہے۔ اگر احترام کے جذبہ نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے تو ہم ان جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ان کے جذبۂ ایمانی میں وسعت عطا فرمائے۔ لیکن بادی النظر میں ایسا حکم دینی احکام میں اختراع کی حیثیت رکھتا ہے۔ شراب حرام ہے۔ اور محرم سے لے کر ذی الحجہ تک حرام ہے اور اگر ہمارے حکام رمضان کے علاوہ ان دینی مجرموں سے رعایت برتتے ہیں تو وہ اس گناہ میں بالواسطہ شرکت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم پُر زور طریقہ سے کہتے ہیں کہ امتناع شراب نہ صرف رمضان کے لئے کیا جائے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے دیا جائے اور باغیوں کو شرعی سزائیں دی جائیں۔

بات احترام کی ہو رہی تھی سو وہ ہمارے مابین مفقود ہے۔ چھابڑی فروش سے لے کر موٹر نشین تک سرعام سگرٹ سلگاتے اور پان چباتے ہیں۔ روزہ دار اقلیت میں ہیں اور زبان سے بھی تلقین کرنے کو خطرہ سے خالی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف سے بد احترامی پر تمسخر گالی گلوچ اور بیزاری کا اضافہ کیا جائے۔

اسلامی جمہوریہ میں سب سے زیادہ اسلام مظلوم ہے اور دیندار طبقہ مجبور ہے۔ ہمارے ہزاروں حکام لیکن سب دنیوی احکام کی بجا آوری کے لئے اربوں کے اخراجات لیکن اسلام کی ذات پر ایک پائی بھی شاید مباح نہیں اور کروڑوں اسلام کے نام لیوا، لیکن دین کے لئے باعث تحقیر۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ اس درد بھری داستان کو کہاں تک طوالت دی جائے۔ ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ اس اپنے مقدس مہینہ کے صدقے اس گم کردہ راہ اُمّت کو صراطِ مستقیم سے روشناس فرما دے۔ اتنا تو ضرور ہو کہ دین اور دینداروں کی بد احترامی تو نہ کرنے پائیں آمین یا الٰہ العالمین۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

مسلسل ایک ماہ سے لاہور میں جو سربازار فائرنگ اور دن دہاڑے غنڈہ گردی کے واقعات ہو رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے کونسا شہری ہراساں نہیں ہے۔ لوگ سڑکوں پر چلتے ہوئے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں وہ اچانک غنڈہ گردی کا نشانہ نہ بن جائیں۔ واقعات کو کھنگالنا مقصود نہیں۔ قارئینِ کرام یہ باتیں روزناموں میں دیکھ لیتے ہیں۔ ہمیں صرف عوام میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان اور انتظامیہ کی لاپروائی اور اور سہل انگاری کا جائزہ لینا ہے۔ اب شاید پولیس نے خوابِ غفلت سے آنکھیں کھول لی ہوں۔ لیکن ان کی گزشتہ فروگزاشتوں کو کیسے آسانی سے نظر انداز کیا جائے؟ تقریباً ایک ماہ قبل سول لائنز کے علاقہ میں گولیاں چلیں۔ پھر ان کا اعادہ ہوتا رہا۔ اخبارات کا گلا چیخ چیخ کر بیٹھ گیا۔ لیکن انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ غنڈے جن کو سابقہ دریدہ دہنی پر شاید معمولی سی سرزنش نہ ہوئی ہوگی ان کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ روز روشن میں آندھی کی طرح اندھا دھند فائرنگ کر کے اپنے دشمنوں کی بجائے دو معصوم زندگیوں کا چراغ گل کر گئے۔ تین چار کو ہسپتال کی راہ دکھائی اور پھر بگولے کی طرح اسی طرف پلٹ گئے جہاں سے آئے تھے۔ اہل محلہ ہراساں، راہگیر ششدر، تڑپتے ہوئے لاشے سسکتے ہوئے زخمی نہایت کس مپرسی میں شاہراہ پر چھوڑ دیئے گئے۔ پولیس تشریف لاتی ہے لیکن بیشتر اس کے کہ معصوم لاشوں سے گرد صاف کی جائے یا رستے ہوئے خون پر پٹی باندھی جائے۔ یہ فیصلہ ضروری تھا کہ علاقہ کس کا ہے؟ اس محلہ کی پولیس کا یا اُس علاقہ کے تھانے کا؟

خیر کس کی نظر سے یہ واقعات پوشیدہ ہیں، بلکہ ان کا ذکر بھی کرب آمیز ہے۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے اور ہم اُس کا ضرور حوالہ دینا چاہتے ہیں کہ ایسے ہی واقعات کا پیہم ارتکاب حکومت شکنی کا باعث ہُوا کرتا ہے اور وہی حکومت مضبوط سمجھی جاتی ہے جس میں غنڈہ گردی کا مکمل انسداد ہو راستے، شاہراہیں محفوظ ہوں اور شہری قانون اور نظم و نسق کو اپنا نگہبان سمجھیں۔ اگر بہادر شاہ ثانی کے دور حکومت میں دِلّی کے چاندنی چوک سے لے کر لال قلعہ تک راستہ طے کرنے والا شخص جیب میں چند سکّے رکھ کر محفوظ نہیں ہو سکتا تھا تو پھر حکومت کتنے دن رہی؟ اور اگر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں عورت ذات تنہا مکّہ اور مدینہ کے درمیان دنوں کی مسافت بے خطر طے کر سکتی تھی تو ایک معمولی سا تاریخ دان ہی بتا سکتا ہے کہ اُس حکومت کے ڈانڈے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۱ - رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ ۱۲ - اپریل ۱۹۵۷ء

(۱) روزہ کی برکت سے پرہیزگاری کا حاصل ہونا

اور

(۲) پرہیزگاری کی برکت سے انعامات

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام -

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جو کام کرتا ہے - اس کے متعلق پہلے یہ سوچ لیتا ہے کہ اس کے کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا - اسی قاعدہ کی بنا پر روزہ دار کو یہ چیز پیش نظر رکھ کر روزہ رکھنا چاہیئے کہ روزہ رکھنے سے مجھے کس قسم کا فائدہ ہوگا - تاکہ روزہ میں جو برکت ہے - وہ حاصل ہوسکے

روزہ کی برکات میں سے ایک برکت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَیۡكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۙ

سورۃ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ - اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں - جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے - تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ -

دیندار ہونے کا مطلب

انسان کے دیندار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰے جن کاموں کے کرنے کا حکم دے وہ کرے - اور جن کاموں کے کرنے سے منع کرے - ان سے باز آ جائے - روزہ دار کو ایک ماہ کے روزے رکھنے سے یہ عادت ہو جائیگی کہ ہر اس کام سے اپنے آپ کو بچائے - جس کے کرنے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو -

تائید ۱

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا حاشیہ

"یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے - جی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو -"

تائید ۲

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا حاشیہ

"یعنی روزہ سے نفس کو اسکی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑ گئی - تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں - روک سکو گے - اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئیگا - تو اب تم متقی ہو جاؤ گے - بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے - کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو - اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں - ان کا کرنا سہل ہو جائے - اور متقی بن جاؤ - جاننا چاہیئے - کہ یہود و نصارٰی پر رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے - مگر انھوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیّر و تبدّل کیا - تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہے - معنی یہ ہونگے - کہ اے مسلمانوں تم نافرمانی سے بچو - یعنی مثل یہود و نصارٰی کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو -" انتہٰی

تقوٰی کی تعمیم

اگر انسان کو اللہ تعالٰے کے فضل سے تقوٰے کی نعمت نصیب ہو جائے - تو انسان ہر ایسی چیز سے پرہیز کریگا - جس کے کرنے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً (۱) زبان سے ایسی بات نہیں کہیگا - مثلاً گالی - چغلی - غیبت - جھوٹ - (۲) آنکھ سے ایسی جگہ نہیں دیکھے گا جہاں دیکھنے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو - (۳) ہاتھ سے کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اللہ تعالٰے ناراض ہو (۴) پاؤں سے کسی ایسی جگہ چل کر نہیں جائے گا - جہاں جانے سے اللہ تعالٰی ناراض ہو - (۵) کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھے گا - جہاں بیٹھنے میں اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً سینما (۶) کسی ایسے شخص سے دوستی نہیں رکھے گا - جس سے دوستی رکھنے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً مشرک - کافر - اور منافق سے - (۷) ایسی چیز نہیں کھائیگا جس کے کھانے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً چوری کا مال یا رشوت سے حاصل کی ہوئی چیز (۸) کوئی ایسا کپڑا نہیں پہنے گا - جس کے پہننے سے اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً ریشم (۹) کپڑا پہننے میں ایسی وضع نہیں اختیار کریگا جس سے اللہ تعالٰی ناراض ہو (۱۰) ماں باپ سے ایسا برتاؤ نہیں کریگا جس سے ان کا دل دکھے اور اس سبب سے اللہ تعالٰے ناراض ہو (۱۱) بیوی بچوں سے ایسا سلوک نہیں کریگا جس سے انکی دل آزاری ہو - اور اس سبب سے اللہ تعالٰے ناراض ہو (۱۲) بھائی بہنوں سے ایسا سلوک نہیں کرے گا جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالٰے ناراض ہو - (۱۳) رشتہ داروں سے ایسا سلوک نہیں کریگا - جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالٰے ناراض ہو - (ہاں اگر ان کا کوئی مطالبہ خلاف شرع ہو - وہ پورا نہ کرے - اور رشتہ دار ناراض ہوں - اس مخالفت میں کوئی حرج نہیں ہے) (۱۴) ان کے علاوہ دوسرے مسلمانوں سے بھی ایسا سلوک نہ کرے - جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالٰے ناراض ہو (۱۵) انسان تو بجائے خود رہے - حیوانات سے بھی ایسا سلوک نہ کرے جس سے ان کی دل آزاری ہو - اور اللہ تعالٰے ناراض ہو - مثلاً ایک بیل دس من بوجھ کھینچ سکتا ہے - اور گاڑیبان نے پندرہ من بوجھ گاڑی میں ڈال دیا - اب بیچارا بیل گاڑی کھینچ نہیں سکتا - مگر قدم قدم پر بیل کی پیٹھ پر ڈنڈے مار مار کر اسے ہانک رہا ہے - یہ سراسر ظلم ہے - ممکن ہے - کہ اسی ظلم کے باعث اللہ تعالٰے ناراض ہو کر گاڑیبان کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دے - یا مثلاً ٹانگے میں جتنے والا گھوڑا زیادہ سے زیادہ پانچ آدمی لے جاسکتا ہے - ایک کوچوان اور چار سواریاں اگر اس ٹانگے پر پانچ کی بجائے کوچوان آٹھ آدمی بٹھا دے - ایک کوچوان اور سات اور سواریاں - گھوڑا بیچارا مار کھا کھا کر دل سے کوچوان کو بد دعا دیتا ہوا چلا جا رہا ہے - اللہ تعالٰے اسی ظلم کے باعث ممکن ہے کہ کوچوان کو کسی مصیبت میں

مبتلا کر دے۔ لہٰذا حیوانات پر ظلم کرنے سے بچنا یہ بھی تقویٰ ہے۔ غرضیکہ ہر اس کام سے بچنا جس کے کرنے سے اللہ تعالےٰ کے تعلق میں خلل پیدا ہو۔ یہ تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے۔ اللّٰھم اجعلنا من اہل التقویٰ آمین یا الٰہ العالمین۔

پرہیزگاری کی برکت سے انعامات

برادران اسلام۔ اگر انسان رمضان مبارک کے روزوں کی برکت سے بارگاہ الٰہی میں تقویٰ کے مختلف شعبوں کے امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ اور دربار الٰہی میں اسے متقی تسلیم کر لیا گیا۔ تو اسے اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل سے مندرجہ ذیل انعامات سے سرفراز فرمائے گا۔

فہرست انعامات

۱ سے ۷ تک

(اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۙ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۙ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ)

سورہ النباء رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی[1] ہے۔ باغ[2] اور انگور[3] اور نوجوان ہم عمر عورتیں[4] اور پیالے[5] چھلکتے ہوئے۔ نہ وہاں بیہودہ[6] باتیں سُنینگے۔ اور نہ جھوٹ[7]۔

۸ سے ۱۰ تک

(اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ) سورہ یونس رکوع ۷ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ خبردار بیشک جو اللہ کے دوست[8] ہیں۔ نہ ان پر ڈر[9] ہے اور نہ وہ غمگین[10] ہونگے جو لوگ ایمان لائے۔ اور ڈرتے رہے۔

۱۱

(وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) سورہ الانعام رکوع ۴ پارہ ۷

ترجمہ۔ البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر[11] ہے۔ جو پرہیزگار ہوئے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

۱۲

(وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ) الآیۃ

سورہ الاعراف رکوع ۱۲ پارہ ۹

ترجمہ۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں[12] کے دروازے کھول دیتے + اس اعلان شاہنشاہی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو عملی جامہ پہنانے والوں کے لئے دُنیا ہی میں رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

تائید

(وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ)

سورہ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶

ترجمہ۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے۔ اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ تو اپنے اُوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ کچھ لوگ ان میں سیدھی راہ پر ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بُرے کام کر رہے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اہل کتاب توراۃ اور انجیل کے بعد قرآن مجید پر بھی عمل کرتے۔ تو دُنیا میں بھی آسودہ حال ہوتے۔

متقیوں کا راہ نما

قرآن مجید کی شروع آیت (ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ)

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے (یعنی راہ نما)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اُن کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے۔ کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا۔ اُس کو امورِ مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرور تلاش ہوگی۔ اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں۔ اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ"

خدا پرستوں کا فوراً ایمان لانا

جن انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے۔ وہ تو ہادی کی آواز پر پس و پیش کئے بغیر فوراً لبیک کہہ دیتے ہیں۔ (رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ)

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سُنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری بُرائیاں دُور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

ان کی دُعاؤں کا جواب

مذکور الصدر خدا پرستوں کی دُعا کا اللہ تعالےٰ نے یہ جواب دیا ہے (فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ) الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ پھر ان کے رب نے ان کی دُعا قبول کی۔ کہ میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو۔

دُنیا اور آخرت کے سنورنے کا اعلان

جن خدا پرستوں کے حالات کی تفصیل آپ سُن چکے ہیں۔ ان کی دُنیا اور آخرت کی زندگی کے سنورنے کا شاہنشاہی اعلان (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ)

سورہ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائینگے۔ اور ان کا حق انہیں بدلے میں دینگے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کا حاشیہ

"اُوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے۔ بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی

روح اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی۔ قناعت اور غنائے قلبی، سکون طمانیت ذکر اللہ کی لذت، حُبِّ الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جن کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا۔ ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

سچ ہے۔ اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِھِمْ اَلَذُّ مِنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ۔ اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا۔ کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے۔ کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں۔ جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا ہے۔ حَیَاۃٌ بِلَا مَوْتٍ وَّ غِنًی بِلَا فَقْرٍ وَّ صِحَّۃٌ بِلَا سُقْمٍ وَّ مُلْکٌ بِلَا ھُلْکٍ وَّ سَعَادَۃٌ بِلَا شَقَاوَۃٍ (ترجمہ۔ وہ زندگی جس میں موت نہیں ہے۔ وہ آسودہ حالی جس میں تنگدستی نہیں ہے۔ وہ تندرستی جس میں بیماری نہیں ہے۔ وہ بادشاہی جو ضائع ہونے والی نہیں ہے۔ وہ نیک بختی جس میں بدبختی نہیں ہے) رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَمَنِّہٖ اِیَّاھَا (ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل اور اپنے احسان سے یہ نعمتیں نصیب فرمائے) اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ
فُسّاق کی زندگی

متقی تو وہ تھا۔ جو زندگی کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرتا ہے اسے عربی میں فاسق کہا جاتا ہے۔ فاسق کا لفظ مفرد ہے۔ اور اس کی جمع فُسّاق ہے۔ متقی کا راہنما تو قرآن مجید تھا۔ اور فاسق قرآن مجید کو اپنا راہنما نہ بنانا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا۔ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی۔ سورۃ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیریگا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہو گی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا۔ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں۔ "جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ مقصود سمجھ بیٹھا ہے۔ اس کی گزران مکدر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر آئیں۔ مگر اس کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے ہیں، یورپ کے اکثر متنعمین کو دیکھ لیجئے۔ کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوگا۔ بڑے بڑے کروڑپتی دنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں۔ کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ لیکن "ذوق این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی"۔ بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنک" کے معنی لئے ہیں۔ وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے۔ اس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و تنعم آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو، اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے بعض مفسرین نے "معیشۃ ضنکا" سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا۔ جبکہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ "معیشۃ ضنک" کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ نے کی ہے۔ بلکہ بزار باسناد جید ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہر حال "معیشۃ ضنکا" کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں واللہ اعلم۔

اللھم اجعلنا من زمرۃ المتقین آمین یا الٰہ العالمین



ذکرِ الٰہی

(از جناب محمد شفیع عمر الدین - دفتر دار میرپور خاص)

(سلسلہ کے لئے دیکھو خدام الدین ۲۲- مارچ ۵۷ء قسط ۶)

(۷)

ذکرِ الٰہی کو دیگر مشاغل پر فوقیت دینا

دین کے دشمنوں کا ضرر دفع کرنے کے لئے جہاد اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ جہاد کی غرض سے گھوڑے پالنا، آلاتِ حرب، اور دیگر سب قسم کا جنگی سامان تیار رکھنا۔ اور ان کی دیکھ بھال کرتے رہنا فرائضِ عبودیت میں سے ہے۔

جہاد سابقہ انبیاء علیہم السلام کی سُنّت ہے۔ ایک دن سہ پہر کے وقت حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سے شاہی اصطبل کے گھوڑے گزارے گئے۔ جو جہاد کی غرض سے پرورش پا رہے تھے۔ اور آپ ان کا جائزہ لینے میں اس قدر مشغول ہوگئے کہ آپ کی عصر کی نماز یا اس وقت کے مقرر کردہ وظیفے کا وقت فوت ہوگیا۔ آپ فوراً پکار اُٹھتے ہیں

(اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ج حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ وقف)

سورہ صٓ آیت ۳۲- پارہ ۲۳

ترجمہ- میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی سے عزیز سمجھا۔ یہاں تک آفتاب غروب ہوگیا)

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ہر چند آپ کا یہ شغل احسن ترین شغل تھا۔ ایک اہم فریضہ کی بجا آوری تھی۔ تاہم روز مرّہ کی مقررہ عبادت کا وقت ہاتھ سے نکل جانا آپ کی طبعِ مبارک پر بڑا گراں گزرا ؎

گہ زباغِ دل خلالی کم بود
بر دلِ سالک ہزاراں غم بود

یہ حقیقت ہمارے لئے بڑی سبق آموز ہے۔ ادھر ایک نیک اور احسن شغل کے انہماک کے باعث مقررہ عبادت کا وقت فوت ہو جانا طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے۔ اس کے برعکس ہم میں ایسے افراد بھی ملیں گے جو دُنیاوی کاروبار اور مال و دولت سمیٹنے کی دُھن میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ نفلی ذکر و اذکار کا تو ذکر ہی چھوڑ دیئے۔ پنجگانہ فریضہ نماز تک ترک کر دیتے ہیں۔ بیہودہ اشغال، کھیل تماشوں کا ناجائز شوق، بے سود ناول اور قصّے کہانیوں کا ذوق ذکرِ الٰہی کے راستہ میں باعثِ رُکاوٹ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں فہم سلیم عطا کرے۔ نماز اور اپنے ذکر کی محبت دے تاکہ کوئی دوسرا شغل ذکرِ الٰہی کے راستے میں حائل نہ ہو ؎

گر سرجامی جدا سازی بہ تیغ
بہ کہ سازی زآستانِ خود جدا

(جامی رحمۃ اللہ علیہ)

ذکرِ الٰہی کی بدولت لغزشوں کا معاف ہونا

فرعون سرزمین مصر میں کس طرح حکومت کرتا رہا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں ایک آیت شریفہ میں یوں مذکور ہے (دیکھیں القصص آیت ۴)

(۱) "بے شک فرعون زمین پر سرکش ہوگیا تھا۔" (علا فی الارض خدائی قانون کو چھوڑ کر اپنا قانون چلاتا تھا)

(۲) اور وہاں کے لوگوں کے لئے گروہ کر دیئے تھے۔ (رعایا کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا تھا۔ تاکہ یکجہتی سے زور پکڑ کر اس کا مقابلہ نہ کریں۔)

(۳) "ان میں ایک گروہ کو کمزور کر رکھا۔" (یعنے بنی اسرائیل کو)

(۴) اُن کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا) (نسل کشی کرتا کہ بڑھ نہ جائیں اور زور نہ پکڑیں)

(۵) "ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔" (برائے خدمت)

(۶) بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔ (حکومت میں عدل و انصاف نہ تھا۔ محض فساد ہی فساد تھا)

حکمت الٰہی کار فرما ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محلات میں پرورش پا کر جوان ہوتے ہیں۔ آپ نے ایک دن ایک قبطی (فرعون کے ہم قوم) اور اسرائیلی (اپنے ہم قوم) کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ اسرائیلی نے آپ کو مدد کے لئے پکارا۔ کیونکہ فرعون اور اُس کی قوم کی دست درازیوں کا سارا نقشہ آپ کے ذہن میں محفوظ تھا۔ لہٰذا آپ نے اس موقعہ پر یہ اندازہ لگایا کہ قبطی، اسرائیلی پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ لہٰذا اُس کو چھوڑانے کے لئے آپ نے ایک مُکّا قبطی کو رسید کیا۔ جو اس کا کام تمام کر گیا۔ آپ کا اس کو جان سے مار ڈالنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا اور نہ ہی قومی حمایت کا جذبہ اس فعل میں کار فرما تھا۔ صرف ظالم کو مظلوم کے پنجہ سے نجات دلانا مقصود تھی۔ تاہم آپ پر یہ واقعہ بہت گراں گزرا۔ فوراً رجوع الی اللہ ہوئے۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (القصص آیت ۱۶) "اے میرے ربّ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سو مجھے بخش دے۔" پکار اُٹھے۔ ذات باری تعالےٰ کو یہ عاجزی پسند آئی۔ اس رنج و الم کی گھڑی میں اللہ تعالےٰ کو یاد کرنا رنگ لایا۔ اور غفور الرحیم نے معافی کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا فَغَفَرَ لَهٗ ط پھر اسے بخش دیا۔

اس واقعہ میں ہم عاصیوں کے لئے بڑی بشارت ہے کہ ذکرِ الٰہی اور استغفار کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اللہ کے حضور میں جھکے رہیں۔ تاکہ ذات باری تعالےٰ ہم گنہگاروں پر بھی رحم فرمائے۔ اور ہماری خطائیں معاف فرمائے ؎

تقصیر خیالی بامیدِ کرم تست
زیرا کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ

(خیالی رح)

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(باقی دارد)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ اَرْضٍ یَخْتَرِفُ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا یَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰی اَبِیْهِ اَوْ اِلٰی اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِیْ بِهِنَّ جِبْرِیْلُ اٰنِفًا اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِیَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْیَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَاِنَّهُمْ اِنْ یَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَسْاَلَهُمْ یَبْهَتُوْنِیْ فَجَاءَتِ الْیَهُوْدُ فَقَالَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِیْكُمْ قَالُوْا خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا وَسَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا فَقَالَ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُ اَخَافُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ رواہ البخاری

ترجمہ - انسؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلامؓ ایک جگہ درختوں کے پھلوں کو اکٹھا کر رہا تھا۔ کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّہ سے مدینہ میں تشریف لے آنے کا حال سُنا۔ وہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ مَیں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں۔ جن کو سوائے نبیؐ کے کوئی نہیں جانتا - ایک تو یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی - دوسرے یہ کہ جنّتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا - تیسری یہ کہ کونسی چیز ہے جو بیٹے کو باپ یا ماں کی طرف مشابہت کی طرف کھینچتی ہے - رسولؐ خدا نے فرمایا - جبرائیلؑ نے ابھی ابھی مجھے ان باتوں سے آگاہ کیا ہے - قیامت کی پہلی علامت وہ آگ ہوگی - جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف کھینچ کر لے جائے گی - اور جنّتیوں کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کے کلیجے کی زیادتی ہوگی - یعنی جگر کا وہ ٹکڑا جو جگر سے علیحدہ لٹک رہا ہے - اور بچّے میں ماں باپ کی مشابہت کا سبب یہ ہے کہ اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے - تو باپ بچّے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے - یعنی اس کی صورت پر پیدا ہوتا ہے - اور اگر عورت کا پانی غالب ہوتا ہے - تو ماں بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے - یہ سُن کر عبداللہؓ بن سلامؓ نے کہا - مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں - اور آپؐ خُدا کے سچّے رسول ہیں - اس کے بعد عبداللہ بن سلامؓ نے کہا - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہود بڑی افترپرداز قوم ہے - اس کو جب میرا مسلمان ہونا معلوم ہوگا تو وہ مجھ پر جھوٹے بہتان باندھیں گے - اس لئے بہتر یہ ہے کہ میرے اسلام کا حال معلوم ہونے سے پہلے آپ میری بابت اُن سے دریافت فرما لیں - چنانچہ یہود کو بلایا گیا اور رسولؐ اللہ نے اُن سے پوچھا - تم میں عبداللہ بن سلام کیسا شخص ہے - اُنہوں نے کہا - ہم میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے - ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے - حضورؐ نے فرمایا - اگر وہ مسلمان ہو جائے تو کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے ؟ انھوں نے کہا - خدا اُس کو اسلام سے بچائے - اور اپنی پناہ میں رکھے - یہ سُن کر عبداللہ بن سلام اُن کے سامنے آ گئے - اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں - یہ سُن کر یہود نے کہا ہم میں سے یہ شخص بہت بُرا ہے - اور بدترین شخص کا بیٹا ہے - اور اُن پر طرح طرح کے عیب لگانے لگے - عبداللہ بن سلامؓ نے کہا - یا رسولؐ اللہ یہی وہ بات ہے جس سے مَیں ڈرتا تھا -

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِیْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّخِیْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰی بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَهٗ عَلَی الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رواہ مسلم

ترجمہ - انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب ابوسفیان کے (شام سے واپس) آنے کی خبر سُنی تو مدینہ والوں سے مشورہ کیا - سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے - اگر آپ ہم کو یہ حکم دیں کہ ہم اپنی سواری کے جانوروں کو دریا میں ڈال دیں تو ہم ایسا ہی کریں گے - اور اگر آپ فرمائیں گے کہ ہم اپنی سواریوں کے جگر کو برکِ غماد تک ماریں تو ہم ایسا ہی کریں گے - (برک غماد یمن کا ایک شہر ہے) انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (جنگ کے لئے) تیار کیا - اور لوگ آپؐ کے ساتھ روانہ ہُوئے اور بدر کے مقام پر پہنچے - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - یہ جگہ فلاں شخص کی نعش کی ہے - اور یہ جگہ فلاں شخص کے قتل کی ہے - (اسی طرح آپؐ نے ستّر کفار کی جگہ مقرر کی) پھر جو جو مقامات آپؐ نے متعین کئے تھے - اُن میں سے ایک بھی متجاوز نہ ہُوا - جہاں آپؐ نے ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ ہلاک ہُوا -

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ یَّوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَاْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ فَخَرَجَ وَهُوَ یَثِبُ فِی الدِّرْعِ وَهُوَ یَقُوْلُ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

رواہ البخاری

ترجمہ - ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے یہ دعا کی - اے اللہ میں تجھ سے تیری امان اور تیرے وعدے کا ایفاء چاہتا ہوں - اگر تو اے اللہ یہ چاہتا ہے (کہ مومن ہلاک ہو جائیں) تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ آپؐ اتنا ہی فرمانے پائے تھے کہ ابوبکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسولؐ اللہ بس اتنا کافی ہے - آپؐ نے دُعا میں اپنے پروردگار سے بہت مبالغہ کیا ہے - اس کے بعد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ خیمہ سے باہر آئے - حالانکہ آپؐ زرہ پہنے ہوئے تھے (اور بلند آواز میں) یہ آیت پڑھی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ سورہ القمر رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ - کفار کو عنقریب شکست دی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے -

محسنۂ کائنات

(ازجناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر خانقاہ ڈوگراں)

خوش نصیب کون ہے؟ یہ وہ سوال ہے۔ جس کا جواب مختلف حلقوں سے مختلف طریق سے دیا جائے گا۔ مگر تمام جوابات کی عمومیت کا دائرہ اکثر و بیشتر مندرجہ ذیل مطالب کے اظہار پر ہی مشتمل ہوگا۔ کوئی کہے گا۔ خوش نصیب وہ انسان ہے۔ جس کے گھر میں جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں۔ کوئی کہے گا۔ خوش اختر وہ انسان ہے۔ جو مال و زر کی فراوانی کے ساتھ صاحب اولاد بھی ہو۔ اور خدم و حشم اُس کی چاکری کرنے کے لئے ہر وقت منتظر کھڑے رہیں۔ تاجر کا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہوگا۔ کیونکہ اُس کے نزدیک خوش بخت وہ ہے جو ہر سودے سے خوب نفع کمائے۔ اور دُنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اُس کا کاروبار فروغ حاصل کرے۔ ایک طالب علم کا جواب ہوگا۔ کہ خوش نصیب وہ ہے جو امتحان میں first division پاس ہونے کے علاوہ وظیفہ بھی حاصل کرے۔ کسان اپنی سادی اور فطری زبان میں خوش نصیبی کو اور ہی الفاظ میں پیش کریگا۔ سائنسدان کا معیار اس معاملے میں لازماً دوسروں سے الگ تھلگ ہوگا۔ غرضکہ ہر صاحب کمال اپنی اپنی دُھن کی تکمیل کو خوش بختی کا ایک نشان گرداننے گا۔

لیکن یاد رہے ؎

اوروں کا ہے پیام اور۔ میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
اقبال مرحوم

لہٰذا میرا خیال متذکرہ بالا نظریات سے بالکل مختلف ہوگا۔ کیونکہ مال و دولت کی فراوانی۔ احباب۔ خدّام اور اولاد کی کثرت۔ حکیمانہ موشگافیاں۔ ادیبانہ نکتہ آفرینیاں۔ اعلےٰ پر کامرانیاں۔ علمی اور تحقیقی وسعت پیمائیاں بلکہ زہد و تقویٰ کی عادات بھی اگرچہ بڑی حد تک قابلِ ستائش اور مرغوباتِ طبائع ہی سہی۔ اور وہ لوگ جو ان چیزوں کے حصول میں مستحسن طریق سے کوشش کرتے ہیں۔ اپنی سوسائٹی میں تبریک و تہنید کے مستحق ہی سہی۔ مگر ایک دیوانے کے جنون آمیز خیالات پر بھی غور فرماتے جائیے کہ تاج و تخت پر کجکلاہی کرنے والا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں خدام اور ہواخواہوں کے جلو میں چلنے والا پانچ وقت کا نمازی۔ حاجی۔ تہجد گزار۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا۔ رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ نفلی روزے رکھنے والا۔ حقوق اللہ کو حسب استطاعت بجا لانے والا۔ حقوق العباد میں مساکین اور غرباء پر رحم کھانے والا شخص بھی اگر اپنے والدین کا نافرمان ہو۔ اور اُس کے ضعیف و ناتواں ماں باپ اس کی موت پر جلے دل سے اُس کی نافرمانی کی شکایت احکم الحاکمین کے حضور میں پیش کر دیں تو سُن لو۔ اور گوشِ نصیحت نیوش سے سُن لو۔ کہ وہ شخص بد نصیب ہے۔ خوشنودی پروردگار سے محروم ہے۔ محروم ہے۔ اور محروم ہے۔ جنّت کے دروازے اس پر بند ہیں اور جہنّم کی جھُلس دینے والی آگ اُس کا نہایت بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک خوش نصیب وہ انسان ہے جو دُنیاوی لحاظ سے اگرچہ غریب ہی نظر آئے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی عبادت خلق خدا کی خدمت اور اپنے والدین کے ساتھ حسن مروّت کا ایک والہانہ جذبہ رکھتا ہو۔ اس کے سینے میں خشیت الٰہی کا نور ہو۔ گو اُس کے ہاتھ کسب حلال کی وجہ سے کھردرے ہوں۔ گو اس کے چہرے پر مزدوروں کے چہرے جیسے محنتِ شاقہ کے نشانات ہوں۔ مگر وہ رات دن حصولِ رضائے الٰہی کی دھن میں لگا رہے اور پھر اپنے والدین کی خوشنودی کا ہر موقع پر خیال رکھے۔ جب اس کے بوڑھے ماں باپ اُس کو دیکھیں تو باغ باغ ہو جائیں۔ اور اُن کے ہر بُنِ مو سے اُس کے حق میں دُعائیں نکلیں۔ ان صفات کا پاکیزہ فطرت انسان جب اپنی جان جان آفرین کے حضور میں پیش کرے گا۔ تو اُس کے لطف و کرم سے اُس کی رحمت بار زبان سے ضرور سُنے گا۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

رجوع بہ توبۂ بشیر

خیر! میں اِسی مبارک نظریہ کے پیشِ نظر بشیر کو صد ہزار مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس نے اپنے بھائی مولوی عبدالعزیز صاحب سے کتاب و سُنّت کے احکام سُنے۔ اُن پر غور کیا آخر کار نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اُس کے خیالات میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہو گیا۔ اس تدبّر و تفکّر کی برکت سے سُنے ہوئے واقعاتِ قیامت عالم رویاء میں اُس کے سامنے متمثّل اور متشکّل ہو کر آئے۔ لہٰذا اُس نے بیدار ہوتے ہی اپنی پہلی زندگی سے توبہ کر لی۔ اب اُس کی زندگی کا وہ روشن پہلو ہمارے سامنے آتا ہے۔ جو خداوندِ عالم کی آسمانی ہدایت کا آئینہ دار ہے۔ اور پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی متابعت کا مظہر ہے۔

پروردگارِ دو جہاں کو اپنے گنہگار بندوں کی توبہ بڑی محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدالانام نے جابجا اس عمل کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ تعالےٰ فَیَغْفِرُلَھُمْ (مسلم)

ترجمہ۔ مجھے اس قادر مطلق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم گناہ نہ کرو۔ تو اللہ تعالےٰ ایسے لوگ پیدا کر دے۔ جو گناہ کر کے اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگیں۔ اور وہ اُن کو بخشے۔

مندرجہ بالا حدیثِ پاک کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہم خدائے غفّار کی رحمت پر نظر کر کے گناہوں پر کمربستہ ہو جائیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ جب ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ تو ہم بہزار ندامت رو رو کر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیں۔ کیونکہ تمام کتب سماویہ اور صحائف قدسی کا منشاء یہ ہے کہ جب انسان ضعیف البنیاد سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو وہ فوراً نادم ہو کر یا حیّ یا قیّوم استغیث برحمتک کہتا ہُوا۔ رحمتِ یزداں میں پناہ لے۔ اور اسی کی مدد سے اپنے گناہ معاف کرائے۔

امام الانبیاء نے دوسری جگہ توبہ کی تعریف ان جامع الفاظ میں فرمائی ہے۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ (مسلم) یعنی بدل و جان گناہوں پر احساسِ ندامت کا نام شریعتِ طاہرہ میں توبہ رکھا گیا ہے۔ اور اس کی قیمت دُنیا کے خزانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ وہ نعمت ہے۔ جس کا حصول پروردگار عالم کے لطف و کرم کے بغیر

ناممکن ہے۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کو یوں بیان کیا ہے ؎

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

دراصل توبہ و استغفار وہ مبارک عمل ہے۔ جس سے احکم الحاکمین کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ بندۂ سیاہکار کا چھنا ہوا مقام دوبارہ عطا کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں پہلے سے بھی درجات بلند کئے جاتے ہیں۔

بشیر نے سچے دل سے توبہ کرکے نہ فقط اپنی والدہ ماجدہ کو ہی راضی نہیں کرلیا بلکہ اُس نے اُن چند آنسوؤں کی برکت سے جو اُس نے اپنی والدہ کے ہاتھوں پہ گرائے۔ اپنے سابقہ گناہوں کو خدائے غفار سے معاف کرا کے اس کی اور اُس کے رسولِ مقبول کی خوشنودی حاصل کرلی ہے آج ارض و سما کا ذرہ ذرہ بشیر کو اس خوش نصیبی پر تحسین و آفرین کا مستحق سمجھتا ہے۔ کیا بشیر کے ہاتھوں میں آج کوئی لعل و جواہرات کا خزانہ آگیا ہے؟ کیا اس کے کھیتوں کی بالیں سونے کے دانوں سے بھر گئی ہیں؟ کیا اس کو کسی سلطنت کا تاج و تخت پیش کیا گیا ہے؟ اگرچہ ان سوالات کا جواب ایک عامی انسان کے نزدیک نفی میں ہوگا۔ لیکن ہم ایسے جاہل انسان کے جواب کو ہرگز اپنے دل میں جگہ نہیں دینگے بلکہ ہم کسی روشن ضمیر عالمِ دین کی طرف سائلانہ رجوع کریں گے۔ اور پوچھیں گے۔ کہ کیوں صاحب فرمایئے؟ جو شخص اپنی زندگی کے کسی حصے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خصوصیت سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے محروم رہا ہو۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلے۔ اور آئندہ زندگی عبدیت کی جیتی جاگتی تصویر اور آدابِ فرزندی کا ایک احسن نمونہ بن کر بسر کرے۔ تو اس کی بلندیٔ قسمت کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تو لامحالہ اس بزرگ صورت مفتیٔ دین کی زبان سے مندرجہ ذیل ارشادِ نبوی سننے میں آئیں گے۔

کُلُّ بنی آدم خطّاءٌ وخیرُ الخطّائین التوّابون (ترمذی) ہر شخص (بجز انبیاء علیہم السلام) گنہگار ہے۔ اور اچھا گنہگار وہ ہے۔ جو ہر گناہ کے بعد فوراً دلی طور پر توبہ کرتا ہے۔

التائبُ من الذنب کمن لا ذنب لہٗ (مسلم) گناہوں سے توبہ کرنے والا سابقہ گناہوں سے یوں بری کر دیا جاتا ہے جیسے اُس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔

اس موقعہ پر یقیناً ہم ان رحمت بھرے وعدوں کو سن کر مسرور ہوں گے۔ اور ہر تائب کو ہزاروں مبارک بادیں پیش کریں گے۔

میر بشیر کی توبہ کائنات کے تمام نوجوانوں کے لئے ایک عملی دعوت ہے کہ آؤ اور جلد آؤ۔ موت کی ناگہانی آمد سے پہلے اپنے بوڑھے والدین کو راضی کرکے خدائے غفور الرحیم کی خوشنودی حاصل کرلو۔ اس سودا میں اگر والدہ کے خاک آلود جوتے پر کئی حسین و جمیل مگر نافرمان بیویاں قربان کرنی پڑیں۔ تو کر گذرو۔

میں اس موقعہ پر قارئین کرام کے سامنے ایک انگریزی نظم پیش کر رہا ہوں جس سے میری غرض یہ ہے۔ کہ سابقہ ادیان تو ہر زمانے میں دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کے ضامن رہے ہیں۔ اور اب دینِ مصطفوی تا قیامت ابلاغ رشد و ہدایت کا علمبردار ہے۔ مگر وہ لوگ جو مسلمان بھی نہیں ہیں۔ اگر اپنی فطرت کی رہنمائی سے یکسر محروم نہ ہو چکے ہوں اور دورِ حاضرہ کے تباہ کن اثرات نے اُن کو کلیتہً احسان فراموش نہ بنا دیا ہو تو لازماً ان کی رُوحیں بھی والدین کے احسانات کی یاد میں عقیدت سے جھومنے لگتی ہیں۔

اس نظم میں آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی۔ کہ والدین کے خادموں کے احساسات جذبات کس قدر پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اور والدین کے احسانات کی یاد پر ان کا سرِ ندامت سے کیسے جھک جاتا ہے۔

نظم کے ترجمے کے علاوہ اس کے مفہوم کو بھی میں اپنے الفاظ میں پیش کرتا جاؤنگا تاکہ کسی صاحب کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

In the dark womb where I began
My mother's life made me a man
Through all the months of human birth
Her beauty fed my common earth
I cannot see nor breathe nor stir
But through the death of some of her

جان میس فیلڈ نے اپنی والدہ کی فوتیدگی پر جس فرزندانہ انداز میں اپنے خیالات کو حوالۂ قلم کیا ہے۔ اس کی مثال غیر مسلم دنیا میں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس ماہر نفسیات شاعر کو جذبات نگاری میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔

میر سنیئے۔ کہ شاعر اپنی ولادت سے پہلے کے لمحات کو یاد کرکے اپنی والدہ کے احسانات کن الفاظ میں پیش کر رہا ہے۔

"والدہ ماجدہ کے تاریک پہلو میں قدرت نے میری زندگی کا آغاز کیا۔ اور وہاں چند ماہ رکھ کر میری والدہ نے مجھے انسانی شکل عطا فرمائی۔ بہ الفاظ دیگر پروردگارِ عالم نے میری زندگی کی ابتدا بطن مادر کی تاریکیوں میں شروع کی۔ اور میری اُس زندگی کا سبب والدہ کی حیاتِ عارضی کو بنایا۔ نو ماہ کی طویل مدت میں میرے جسم کی پرورش والدہ کی قوتوں پر ہوتی رہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھ میں قوتِ بصارت قوتِ متنفس اور ہر قسم کی حس و حرکت اُس وقت پیدا ہوئی۔ اور اتنی مقدار میں پیدا ہوئی۔ جس وقت اور جتنی مقدار میں یہ قوتیں میری ماں کے جسم سے کم ہوگئیں اور میرے جسم میں منتقل ہوگئیں۔ میرے چہرے کی معصومانہ حسین چمک دمک۔ یعنی میرے ماتھے کی سیمیں جھلکیں میرے رخسارو کی دلکش بناوٹ۔ لبوں کی قدرتی سرخی۔ ناک کا معیاری حسن اور پھر اس کے ساتھ میرے ملکوتی تبسم کی دلفریبیاں مجھ میں اُس وقت پیدا ہوئیں۔ جب میری والدہ کے مبارک اور پر عصمت چہرے سے یہ سارے انوار کم ہو گئے۔ گویا میری پیدائش کے بعد اُس کا چہرہ پہلے کی طرح بارونق نہ رہا۔ کیونکہ اُس کی وہ دلکشی میرے قوسنے کی تعمیر میں صرف ہو کر رہ گئی۔ ہاں ہاں میری ماں کی بصارت۔ حس و حرکت۔ شنوائی گویائی۔ قوتِ ذائقہ۔ قوتِ لامسہ۔ بلکہ حسِ مشترک خیال۔ متخیلہ۔ واہمہ اور قوتِ حافظہ میں بھی انحطاط پیدا ہوگیا۔ تب کہیں جا کر میرے ناتواں جسم میں جو اس عشرہ کا ظہور ہوا۔ دراصل میں کیا ہوں۔ اپنی ماں کے مجموعۂ قویٰ کا ایک مختصر سا مظہر ہوں۔

"Down in the darkness of the grave
She cannot see the life she gave
For all her love, she cannot tell
Whether I use it ill or well
Nor knock at dusty doors to find
Her beauty dusty in the mind

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

قرآن کریم کی عالمگیر عظمت

(از عبدالرحمٰن [illegible] بی اے بی ٹی پرنسپل [illegible])

جدید تہذیب کے علمبرداروں اور فاضلوں کے تاثرات

حقیقی عظمت و برتری وہی ہوتی ہے جس کا اعتراف دشمنوں اور منکروں کو بھی ہو۔ دنیا میں صرف ایک قرآن ہی وہ کتاب ہے۔ جس کا سکہ دوست و دشمن کے قلوب پر یکساں قائم ہے اور جس کی عظمت ہر زمانہ میں بکثرت مسلم رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تاثرات قرآنی عربوں، مسلمانوں اور قدیم زمانہ والوں تک محدود تھے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس زندقہ اور الحاد کے زمانہ میں بھی قرآن کے غیر مسلم معترفین کی تعداد کم نہیں۔ مغرب ایک منظم اخلاقی [illegible] نظر آ رہا ہے جہاں دہریت اور لا مذہبی کی ہوائیں شدت کے ساتھ چل رہی ہیں۔ اور تو اور مغرب والے خود انجیل ہی کو نہیں مانتے لیکن یہ قرآنی اعجاز ہے کہ جو قرآن کو ایک دفعہ غور سے پڑھ لیتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی متکبر و متعصب کیوں نہ ہو قرآنی عظمت اس کے قلب پر نقش ہو کر رہ جاتی ہے۔ جن مغربی فضلاء کو بھی خود قرآن کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے انہیں اس نے مسحور کر کے رکھ دیا ہے۔ ان میں دہریے، لامذہب فلاسفر، سائنس داں، ادیب، پروفیسر، ڈاکٹر سب ہی لوگ ہیں۔ انہوں نے اس مقدس کتاب کا مطالعہ مذہبی حیثیت سے نہیں محض علمی اور تحقیقی نظر سے کیا ہے اور وہ آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کتاب دنیا کی ایک جامع کتاب ہے۔ چنانچہ مشہور مؤرخ سر ایڈورڈ گبن (متوفی ۱۷۹۴ء) لکھتا ہے اور کس حقیقت نوازی سے لکھتا ہے کہ

مسٹر ایڈورڈ گبن کی قرآن کے متعلق رائے

قرآن کو مسلمانوں کا ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، قومی، تجارتی، دیوانی اور فوجداری وغیرہ کا ضابطہ کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ تمام ضروریات پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لے کر شبانہ روز کے کاروبار، روحانی نجات سے لے کر صحت جسمانی تک، اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک اخلاق سے لے کر جرائم تک، دنیوی سزاؤں سے لے کر اخروی سزاؤں تک غرض جزا و سزا تک کوئی ایک شاخ بھی تو ایسا نہیں ہے جس کے متعلق تمام احکام قرآن میں موجود نہ ہوں۔ اسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن اور بائبل دو مختلف چیزیں ہیں۔ کیونکہ خود گبن لکھتا ہے کہ بائبل کے اندر دینیات کے کسی قاعدہ اور ضابطہ کا پتا نہیں لگتا۔ اس کے اندر صرف قصص اور امثال ہی ہیں جن سے عبادت اور پرہیزگاری کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن میں سیاسی اصول بھی موجود ہیں۔ اصول بھی وہ جن پر سلطنت و فرمانروائی کی بنائیں استوار ہوئیں۔ جن سے ملکی قوانین اخذ کئے گئے۔ اور روز مرہ کے دیوانی اور فوجداری مقدمات طے اور فیصلے ہونے لگے۔

قرآن کے متعلق یہ رائے اگر کسی مسلمان کی طرف سے ظاہر ہو کر دنیا کے سامنے پیش کی جاتی۔ تو اسے بے تکلفانہ طور پر مذہبی عقیدت پر مشتمل بتا دیا جاتا لیکن یہ معتمد [illegible] روما کے مشہور آفاق مؤرخ کی رائے ہے جو نسلاً انگریز اور مذہباً عیسائی تھا۔ اس نے قرآن کا مطالعہ غور سے کیا اور جو کچھ وہ اس مطالعہ سے سمجھا اور جو نتائج اس نے استخراج کئے وہ صفحہ قرطاس پر ثبت کر دیئے۔

جرمن مستشرق کی رائے

اب ایک جرمن مستشرق عمانویل ڈوئیس کی رائے بھی سنئے۔ وہ لکھتا ہے کہ اسی قرآن کی مدد و یاوری سے عربوں نے دنیا کا اتنا بڑا حصہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا جتنا کہ سکندر اعظم اور رومی بھی فتح نہ کر سکے تھے۔ پھر فتوحات کا جو کام رومیوں نے سینکڑوں برس میں بھی بمشکل انجام دیا تھا۔ عربوں نے اس کے عشر عشیر مدت میں انجام دے لیا۔ یہ اسی قرآنی امداد کا کرشمہ تھا۔ کہ تمام سامی اقوام میں سے صرف ایک قوم عرب ہی اس قابل ہوئی کہ وہ یورپ میں شاہانہ سطوت کے ساتھ داخل ہوئی حالانکہ اس سے پیشتر یورپ میں یہود پناہ گزینوں اور اہل فنیشیا صرف تاجروں کی حیثیت ہی سے داخل ہو سکے تھے۔ ان عربوں نے بنی نوع انسان کو اس وقت روشنی دکھائی۔ جب کہ دنیا میں ہر طرف ایک ہمہ گیر ظلمت و تاریکی مسلط تھی انھوں نے ہی یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ، طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی۔ نہ صرف یہ بلکہ انھوں نے موجودہ سائنس کے اکتشافات میں بھی حصہ لیا۔ ہم ہمیشہ اس روز کا ماتم کریں گے۔ جس روز غرناطہ عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

گوئٹے جرمن فلاسفر کی رائے

گوئٹے بھی ایک شہرہ آفاق اور نہایت نامور فاضل جرمن فلاسفر گذرا ہے۔ وہ قرآن کے متعلق لکھتا ہے کہ

"قرآن کی یہ حالت ہے کہ یہ انسان کو بہت جلدی اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور اس کے بعد جوں جوں آگے بڑھتے جائیے یہ مسخر کرتا چلا جاتا ہے اور آخر یہ بے ساختہ احترام پر مجبور کر لیتا ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ ہر زمانہ اور ہر عہد میں لوگوں پر قوی اثر ڈالتی رہے گی۔"

ٹھیک ہے اور بالکل ٹھیک ہے جو خود ابدی ہے۔ اس کے کلام میں بھی ابدی اثر ہونا لازمی ہے۔ گوئٹے نے اس راز کا اندازہ کیا۔ اور ڈوئیس نے اس کی تعلیمات گراں مایہ کے اثرات و نتائج پر گہری نظر ڈالی۔ مگر مسلمانوں نے اس پر غور کرنا چھوڑ دیا۔ یہی وہ بدبختی ہے جو روز بروز انھیں پستی کے غار میں دھکیلتی اور دباتی چلی جا رہی ہے۔

اڈولف گرے مل کی رائے

ایک اور مغربی فاضل اڈولف گرے مل اپنی تالیف "لائف آف محمد" میں جسے ۱۸۸۴ء میں شائع کیا تھا، لکھتا ہے کہ

"قرآن میں عقائد و اخلاق اور ان پر مبنی شدہ قانون و آئین کا ایک کامل مجموعہ موجود ہے۔ جس میں دیکھ [illegible] وسیع سلطنت جمہوریہ کے ہر شعبہ و شاخ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ کیا تعلیم کیا [illegible] اور کیا انتظامات حربی ہر چیز موجود ہے [illegible] یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہستی کے یقین پر ان سب کی بنیادیں قائم ہیں۔ [illegible] اور بچوں کے تحفظ وغیرہ کے متعلق بھی نہایت محتاط قانون نظر آتا ہے۔"

فرانسیسی ڈاکٹر گستاولی لیبان

ایک نہایت مشہور فاضل فرانسیسی ادیب ڈاکٹر گستاولی لیبان ہے جس کا یہ فقرہ ہمیں کبھی نہیں

ہوتا۔ کہ دنیا کو مسلمانوں جیسے فاتح کبھی نصیب نہیں ہوتے۔ لکھتا ہے کہ کسی مذہبی کتاب کے عام فوائد و منافع کا احساس و اندازہ کرتے وقت یہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ اس میں فلسفیانہ تخیلات کی حالت و نوعیت کیا ہے اس لئے کہ یہ تو عمومیت کے ساتھ ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ جب مذہبی اعتقادات کی تعلیم اس کتاب میں دی گئی ہے تو انھوں نے دنیا پر کیا اثر کیا، اسلام پر جب بھی اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے گا تو صاف معلوم ہو گا۔ کہ ان تمام مذاہب میں جو قلوب انسانی پر حکم کرتے رہے ہیں۔ یہ مذہب ایک نہایت مہتمم بالشان مذہب ہے اور اس کی عظمت بے پناہ و بیکراں نظر آتی ہے۔ اتنا تو ضرور ہے کہ اسلام میں نیکی انصاف اور عبادت وغیرہ کی تعلیم تو ویسی ہی ہے۔ جیسے دیگر مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ البتہ ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ اسلام میں یہ تعلیم اس سادگی، وضاحت اور صراحت کے ساتھ دی گئی ہے جو عام عقول انسانی کے عین مطابق ہے اور ہر شخص اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

قرآنی تعلیم انسانی قلوب میں کچھ اس قسم کا جذبہ اور ایسا بے پناہ جوش پیدا کر دیتی ہے کہ پھر کسی تذبذب و اشتباہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اسلام وہ مذہب ہے۔ جسکے اعتقادات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمارے اخلاق کو نرم کرتے ہیں اور ہمارے اندر نیکی، انصاف اور مذاہب غیر کے لئے روا داری کے جذبہ کی تائید کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام کے اعتقادات کو زمانہ ہرگز نہ مٹا سکا۔ اور ایک مدت مدید گزر جانے پر بھی ان کے اثر میں وہی زور اور سحر موجود ہے جو ابتدا میں تھا۔

زمانہ حاضرہ میں جب کہ قدیم مذاہب اور پرانے ادیان کی حکومت قلوب سے روز بروز زائل ہوتی چلی جا رہی ہے، اسلام، اعتقادات اسلام اور قوانین اسلام کی وہی حکومت و صولت قائم ہے اور یہ اسی آن بان کے ساتھ مصروف حکمرانی ہیں۔ قرآنی آیات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلعم نے ماقبل مذاہب اور مذاہب یہود و نصاریٰ کے ساتھ بے انتہا روا داری روا رکھی ہے اور یہ روا داری اس قسم کی روا داری ہے جو دیگر مذاہب کے بانیوں میں شاذ ہی پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سیتیلا جانسن کی رائے

اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں انہیں تسلیم کرنے پر چار و ناچار تیار ہو جاتی ہیں۔ اس کی آوازیں گلیوں، محلّوں، شہروں، ریگستانوں اور سلطنتوں میں یکساں گونجتی ہیں۔ قرآن نے اول تو اپنے منتخب کئے ہوئے قلوب کو تمام دنیا کے فتح کر لینے کے لئے مشتعل و تیار کیا۔ اور اس کے بعد انھیں ایک ایسی کار فرما قوت بنا دیا جس کے ذریعہ یونان اور ایشیا کی روشنی اس وقت یورپ میں پہنچی جب کہ یہ عیسائی خطّہ جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیاری میں ڈوبا ہوا تھا اس قسم کے چند نہیں بلکہ صدہا شواہد و اعترافات موجود ہیں۔ جس نے قرآن کو پڑھا اور غور کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا وہ مسحور ہو کر رہ گیا اور اس کی عظمت کے سامنے اسے سر جھکانا پڑا مسلمان اس طرف سے برابر غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اول تو وہ بہت ہی کم اس کے مطالبات و حقائق پر غور کرتے ہیں۔ اور جو اس کی تکلیف بھی اٹھاتے ہیں وہ نکات و معارف اور فلسفیانہ موشگافیوں اور اپنے حسب مطالب تاویلات میں منہمک ہو جاتے ہیں۔

قرآن کا اثر سامعین پر کیا ہوا

قرآن نے اس قوم پر کیا اثر ڈالا جس نے اسے نو بہ نو اور تازہ بتازہ پیغمبر صلعم کی زبان مبارک سے سُنا تھا۔

اس سوال کا جواب تاریخ کے اُن درخشاں واقعات میں سے ہے۔ جن کا اعتراف دوست اور دشمن ہر ایک کو کرنا پڑا ہے دنیا نے جب سے جنم لیا، آسمان نے جب سے سایہ ڈالا۔ زمین نے جب سے اپنی پشت پر اولاد آدم کو اٹھایا کبھی ایسا عظیم، ایسا سریع ایسا محیّر العقول انقلاب چشم فلک نے نہیں دیکھا ہوگا۔ جیسا بے مثال انقلاب عرب کی حالت میں بلا واسطہ اور سارے رُبع مسکون کی روحانی حالت میں بالواسطہ اس بے مثال خدا کے اتارے ہوئے بے مثال قرآن کی بے مثال تعلیم سے نمودار ہوا۔

صاحب آیات بیّنات لکھتا ہے کہ قرآن حکیم ایک ایسے زمانے میں اُترا جب کہ دُنیا ایک عجیب روحانی سکتہ کی حالت میں تھی۔ د آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جہاں خلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا اور ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمہ کی گئی جو سوائے اوہام، فاسد عقیدوں اور باطل خیالات، غلط باتوں، وحشیانہ

عجیب و غریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتیں بدل گئیں۔ برسوں کے بھٹکے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے۔ اور مدتوں کے سوتے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے۔ جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے۔ جو کافر تھے وہ ایمان لائے جو بت پرست تھے۔ وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیّت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ نخوت و غرور سے خالی ہو گئے۔ اور ان کے دل صبر و توکل، حلم و بردباری، زہد و پرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم و ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست، پاک طبیعت، راست باز نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا۔ جن کی کوششوں سے شرک و بُت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو گئی۔ اور اس کے بدلے ایک بے چون و بیچگون، بے شبہ و بے نمون خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا رستہ لیا، بت خانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتش کدے ٹھنڈے پڑ گئے تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا اور اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا۔

کوئی کہتا ہے کہ "وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی تہ کبھی کسی نے نہ پائی" کوئی لکھتا ہے کہ قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو متعصب سے متعصب عیسائیوں کا یہ اقرار ہے کہ دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت صلعم کے وقت تک کبھی حیواۃ روحانی ایسی بر انگیختہ نہیں ہوئی جیسی کہ قرآن کی تعلیم سے ہوئی۔

قرآن کریم نے تمام ابواب ہدایت کے متعلق جو کچھ تعلیم دی ہے اس کی پوری تفصیل کسی انسانی بیان میں کہاں سما سکتی ہے؟ قرآنی علوم کا دریائے ناپید کنار کس کی مٹھی میں آ سکتا ہے؟ اور کس بشر کی طاقت ہے کہ وہ اس رب العزت کے سمندر کو کوزہ میں بند کر سکے۔ لیکن قرآن کے اعجازوں میں سے شاید یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ جس قدر مشکل ہے۔ اسی قدر آسان بھی ہے۔ جتنا طویل و عریض ہے اتنا ہی مختصر بھی ہے۔ یعنی جس طرح وہ ایک بڑے سے بڑے روشن

خدائی کلام سے خدائی شان ٹپکتی ہے

اول سے آخر تک تمام مضامین نہایت شوکت اور کبریا و عظمت بھرے الفاظ اور زور دار لہجہ میں ادا کئے گئے اگر یہ کلام بشر کا ہوتا تو نا ممکن تھا کہ اس کلام کے اندر کہیں نہ کہیں ظالموں کے سامنے تملق، خوشامد، مداہنت بیچارگی اور مرعوب ہونے کے آثار موجود نہ ہوتے جن کا نام و نشان بھی قرآن میں اول سے آخر تک موجود نہیں بلکہ جس زور و شور اور خدائی شوکت سے شروع ہوا۔ اسی تزک و احتشام اور زور کے ساتھ ختم بھی ہوا

قرآن نور ہے، قرآن برہان ہے، قرآن فرقان ہے، قرآن ہدایت، شفا، رحمت اور موعظت ہے، قرآن بشیر و نذیر ہے قرآن ذکر، بصائر اور قول فیصل ہے، قرآن عزیز، حکیم، عظیم اور مجید ہے، قرآن مہیمن ہے، قرآن تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہے۔

اس کتاب میں تہذیب اخلاق، طریق تمدن و معاشرت، اصول حکمت و سیاست، ترقی روحانیت تحصیل معرفت ربانی، تزکیہ نفوس، تنویر قلوب، غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قواعد و سامان موجود نظر آئیں گے جن سے کہ آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے اور جن کی ترتیب و تدوین کی ایک امی قوم کے امی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر ان تمام علوم و حکم کا تکفل کرنے کے ساتھ جن کے بغیر مخلوق اور خالق کا تعلق صحیح طور پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی مخلوق دوسری مخلوق کے حقوق کو پہچان سکتی ہے اس کتاب کی غلغلہ انداز فصاحت و بلاغت، جامع و موثر اور دلربا طرز بیان، دریا کا سا تموج اور روانی

سہل و اسالیب کلام کا تفنن اور اس کی لذت و حلاوت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنھوں نے بڑی بلند آہنگی سے سارے جہان کو مقابلہ کا چیلنج دے دیا ہے جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آرا نے غیب کی نقاب الٹی اور آدم کی اولاد کو اپنے سے روشناس کیا۔ اس کا برابر یہی دعوے رہا کہ میں خدائے قدوس کا کلام ہوں اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین اور خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کریں گے مگر مٹا نہیں سکیں گے۔ اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے کوئی حیلہ، کوئی تدبیر، کوئی داؤ پیچ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اپنے آپ کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ سارے نقصانات اور مصائب و دواہی کا تحمل ان کے لئے ممکن ہو گا مگر قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ کا مثل بنا لانا ممکن نہ ہو گا۔

قرآن حکیم نہ صرف ایک مذہبی اور روحانی رہنمائی کی کتاب ہے بلکہ وہ انسان کی ہر معاشی اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور بین الاقوامی ضرورت کے لئے مکمل قانون پیش کرتا ہے اس لئے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ جس قوم یا جماعت کے پاس ایسا مکمل ضابطہ ہو وہ دنیا میں خاسر و ناکام ہو۔

قرآن حکیم نہ تو خشک فلسفیانہ کتاب ہے کہ مذہب اور الہیات کے دقیق فلسفہ میں گم ہو کر عوام کی دسترس سے باہر ہو جاتا اور نہ ہی یہ سنین اور واقعات کی تاریخی ڈائری ہے کہ اس میں حکایت اصل کتاب ہو جائے۔ اور اخلاق کی حیثیت ثانوی ہو جائے بلکہ قرآن کریم ایک مرقع فطرت ہے۔ جس میں انسان کے فطری داعیوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے اس میں نہ تو دلائل کے مواقع پر قضایا اور صغریٰ و کبریٰ مرتب کر کے نتائج اخذ کئے گئے ہیں اور نہ خالص تحکم بلا دلیل پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ کہیں انسانی فطرت سے استشہاد کیا گیا ہے کہیں آسمان و زمین، قمر و نجوم، شجر و حجر سے استدلال کیا گیا ہے۔ کہیں تاریخی واقعات سے اصول اخذ کئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں انھیں قصص میں سیاست اقوام کے اصول درج ہیں۔

تاثیر قرآن

قرآن کریم دل کی قساوت دور کرنے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے نہایت روشن شمع ہے اس کے پڑھنے سے دل پر خوف طاری ہوتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذکر الٰہی سے دل نرم ہوتے ہیں۔ اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے پڑھنے والا خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ جلال کے مشاہدہ سے خوف اور جمال کے مشاہدہ سے سکون پیدا ہوتا ہے معرفت ربانی اور رشد و اصلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے مقام حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا کچھ اثر نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر بھی اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور سارے لوگ پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا جس نے آ کر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لا محدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ قرآن انقلاب عظیم لے کر آیا۔ اور لوگوں کے فکر و خیال، دل و دماغ اور عزائم و اعمال پر اس قدر اثر انداز ہوا کہ انسانیت کی کایا پلٹ گئی، غور و فکر اور مطالعہ و نظر کی دنیا یکسر بدل گئی اس نے نہ صرف قوموں کے رجحانات کو یکسر بدل ڈالا بلکہ افراد کی نفسیات تک تبدیل کر دیں انھیں حریت فکر و نظر سے نوازا اور انسانیت کے مقام کو اعلیٰ ترین کر دیا۔

قرآن میں کوئی ایسی بات اور ایسی چیز پیش نہیں کی گئی جو عقل و فہم کے خلاف ہو اگر لوگ اس میں غور کریں اور سوچیں تو یقیناً وہ صحیح راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ لیکن دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو یہ غور و تدبر ہی نہیں کرتے یا پھر ان کے قلوب پر کثرت معاصی نے اتنی سیاہی پیدا کر دی ہے اور غرور و تکبر نے اتنا ماؤف و مقفل کر دیا ہے کہ یہ سوچیں بھی تو سوچ نہیں سکتے اس کے بعد کس میں جرأت ہے جو یہ کہہ سکے کہ قرآن و اسلام عقل و فکر کے منافی ہے اور وہ اپنے اصول و احکام کو زبردستی منوانا چاہتا ہے"

قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کی آیات محکم ہیں جن میں عقل سلیم اور فہم مستقیم کو غور و فکر کرنے سے کوئی بھی خرابی اور نقص معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے اخبار ماضیہ سچے سچے واقعات عبرت کا فوٹو ہیں اس کے احکام تہذیب اخلاق سے لے کر سیاست ملک تک اور عالم آخرت میں سعادت عظمیٰ حاصل کرنے کے طریق کا دستور العمل ہیں اس پر عبارت کی صفائی، تہذیب اور سچائی کا زیور علاوہ ہے۔

آج دنیا میں قرآن کریم ہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی ہے اور ظنون و اوہام کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے۔ اس کے علوم و معارف، احکام و قوانین اور معجزانہ فصاحت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو بجائے خود رہا، اس کی ایک سورۃ کا مثل بھی لانے سے تمام جن و انس عاجز ہیں۔

قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

(بقیہ محسنۂ کائنات صفحہ ۱۰ سے آگے)

آج مرنے کے بعد میری ماں میرے جوان قد و قامت کو جس کی پرورش میں اس کی قوتیں صرف ہوئی تھیں۔ دیکھنے سے عاجز ہے۔ کیونکہ اُس کا مبارک جسم قبر کی تاریکیوں میں پڑا ہے۔ آج اپنی شفقت اور جانفشانی کے باوجود میری والدہ مجھ کو یہ ہدایت کرنے سے قاصر ہے کہ میں اُس کی امانت (جسمانی قوتیں) کا صحیح استعمال کر رہا ہوں یا غلط استعمال کر رہا ہوں۔ وہ لحد میں پڑی ہے۔ اس کو یہ بھی معلوم نہیں۔ اور نہ ہی معلوم کرنا چاہتی ہے کہ میں نے اس کے احسانات کے عوض میں اُس کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی ہے یا نہیں۔

If the grave's gates could be undone
She would not know her little son
I am so grown, if we should meet
She would pass by me in the street
Unless my soul's face let her see
My sense of what she did for me

اگر قبر کے دروازوں کا کھلنا ممکن بھی ہو۔ تو میری ماں مجھ کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ اب میں جوان ہو گیا ہوں۔ (معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاعر کی والدہ اُس کے بچپن میں ہی فوت ہو چکی ہے) اگر ہم اب بازار میں ملیں۔ تو یقیناً میری والدہ ناآشناؤں کی طرح میرے پاس سے گزر جائے گی۔ ہاں اگر میری رُوح میں فرزندانہ احساسِ محبت موجود ہوگا۔ تو بڑا ممکن ہے کہ اس صورت میں میری ماں مجھ کو شناخت کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

What have I done to keep in mind
My debt to her and womankind?
What woman's happier life repays
Her for those months of wretched days?
For all my mouthless body leeched
Ere birth's releasing hell was reached?

اُن پیدائشی احسانات کے بدلے میں۔ ہائے میں نے کونسی ایسی خدمات پیش کی ہیں۔ اور اپنی ماں اور فرقہ نسواں کے لئے کونسی قربانیاں دی ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہو سکے۔ کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ ہائے افسوس! مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے۔ کہ عورت کو ان مصائب بھرے ایام و شہور کا صلہ کہیں سے نہیں ملتا۔ جبکہ وہ بچے کا سیروں وزن اپنے پیٹ میں اُٹھائے پھرتی ہے۔ الٰہی! مجھے وہ وہ وقت یاد آتا ہے۔ جب میرا جونک جیسا جسم (عَلَقَةً) بطنِ مادر میں خون چوس چوس کر پرورش پا رہا تھا۔ الٰہی! وہ گھڑیاں کس قدر جانکاہ اور روح فرسا تھیں۔ جب میری ولادت کے وقت میری ماں دردِ زہ کی شدّت سے موت کے جہنم میں گرنے کے قریب پہنچ گئی تھی؟ (شاعر کے اس مبارک احساس پر جتنی بھی تحسین و آفرین کی جائے کم ہے۔ کاش مسلمان نوجوان اس مسیحی شاعر کے جذبات سے ہی فائدہ حاصل کریں اور اپنی ماؤں کو اپنی ظالم اور خود غرض بیویوں کے آمرانہ نظام سے نجات دلا سکیں)

What have I done or tried or said
In thanks to that dear woman dead?
Men triumph over women still.
Men trample woman's rights at will
And man's lust roves the world untamed
O grave! keep shut lest I be shamed

ہائے افسوس۔ صد ہزار افسوس۔ میں اپنی مرحومہ والدہ کے احسانات کے شکریے میں درمے۔ قدمے۔ سخنے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میں سب کچھ بھی کرتا۔ تو پھر بھی اپنے فریضے سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔

وا حسرتا! وا مصیبتا! زمانے کو کیا ہو گیا ہے؟ ظلم و ناانصافی کا ہر طرف دور دورہ ہے۔ مرد عورت کے حقوق کو ہر شعبۂ حیات میں پامال کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ اور اس طرح سے اس محسنۂ کائنات کو اپنے جبر و استبداد کے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ مرد کی حریصانہ قوتوں کا تقاضا ہے کہ وہ اس معصوم اور نازک طبقے کو اپنے قاہرانہ رویّہ سے مغلوب و مرعوب رکھیں۔ لہٰذا اے میری ماں کی قبر! تو بند رہ اور ہمیشہ کے لئے بند رہ۔ کیونکہ مجھے اپنی احسان فراموشیوں اور نابکاریوں کی وجہ سے ماں کے حضور میں پیش ہونے سے شرم آتی ہے۔ مجھ جیسا نالائق بیٹا کسی مشفق ماں کے سامنے کیونکر حاضر ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام! انگریزی نظم کا مفہوم ختم ہوا۔ مگر خدائے قدوس شاہد ہے۔ کہ اس نظم کے سچے اثرات کی وجہ سے میرا جسم کانپ رہا ہے۔ اور آنکھیں سرشک آلود ہیں۔ اس حالت میں میری رُوح اس آرزو سے جل رہی ہے۔ کہ کاش! یہ پاکیزہ خیالات میرے دل و دماغ میں پرورش پاتے۔ کاش! میرے دل کی گہرائیوں میں یہ گرانمایہ موتی ہوتے۔ اور میں اپنی طبع غوّاص سے ان آبدار جواہرات کو نکال کر منظرِ عام پر لاتا۔ اور اُمید کرتا کہ عصرِ حاضر کے بیوی پرست نوجوان ان گوہر ہائے نایاب کی چمک سے محوِ حیرت ہو کر اپنی ضعیف والدہ کے قدموں پر گر پڑتے۔ اور اس طرح سے اپنی نجات کا وسیلہ حاصل کر سکتے۔

جناب اقبال مرحوم نے بھی اپنی مرحومہ والدہ کے حضور میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جو کسی مناسب موقعہ پر انشاء اللہ تعالیٰ حوالۂ قلم کیا جائے گا۔

نوٹ:۔ بشیر کی توبہ پر مبارک باد پیش کی جا چکی ہے۔ اب آئندہ قسط میں اصل داستان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(بقیہ قرآن کریم کی عالمگیر عظمت صفحہ ۱۳ سے آگے)

والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی جو سنتا فریفتہ ہو جاتا۔ اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور و غل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔

قرآن کریم اپنے درخشاں اور ظاہر و باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب، اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

اُمّ الکتاب

میری آواز کو دنیا میں پھر بانگ درا کردو
جہانِ راہِ گم کردہ کو منزل آشنا کردو

روایاتِ کہن کو از سرِ نو تازہ کردو تم
دفورِ عزم سے اپنے جہاں پیدا نیا کردو

ہو پھر آسمانِ علم کے مہرِ درخشندہ
جہالت کے اندھیرے کو مٹا ڈالو فنا کردو

سبق آموز عالم تھی تمہاری راست کرداری
دلوں کو از سرِ نو خوگرِ صدق و صفا کردو

آپ بیتی

(جناب احساس صاحب کے قلم سے)

مسلمان گھرانے میں پیدائش ہوئی۔ اس نسبت سے مسلمان کہلایا۔ دین کی سمجھ فقط اتنی ہی تھی۔ کہ ہم مسلمان تو جنت میں جائیں گے۔ اور کافر دوزخ میں۔ کافر کے معنے۔ جس کے سر پر بودی ہو اور دھوتی پہنتا ہو۔ اس سے زیادہ کچھ علم نہ تھا۔ لطف کی بات یہ کہ ہندوؤں کی شادی غمی میں جو رسمیں ادا کی جاتیں انہیں کفر کی رسمیں خیال کرتا۔ مگر وہی طریقہ بعینہٖ یا کچھ رنگ و روپ تبدیل کئے ہوئے مسلمان کریں تو اُسے عین اسلامی طریقہ سمجھتا۔ بس وہی مسلمان پانی اور ہندو پانی والا قصہ تھا۔ ایک ہی کنویں یا نل کا پانی اگر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے تو وہ ہندو پانی ہوگیا۔ اور وہی پانی مسلمان کے ہاتھ میں آگیا۔ تو مسلمان پانی کہلایا۔ حقیقت کو سمجھنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔

مذہب کا معاملہ تو یہاں تک ہی محدود تھا۔ دل کی خواہش دُنیا کی رو کے ساتھ تھی۔ کہ کمائیں اور عیش کی زندگی بسر کریں۔ حرام و حلال کا دھیان تک نہ تھا۔ عیش کی زندگی گذارنے کے لئے دن رات کوشش تھی۔ سب پاپڑ بیلے۔ مگر اطمینان قلب نصیب نہ ہوا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

سبب یہ تھا کہ زندگی کا نمونہ مغربی تہذیب و تمدّن تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ظاہری شان و شوکت تو نظر آتی تھی۔ ظاہری شان جتنی بڑھتی گئی۔ اندرونی کیفیت۔ اتنی ہی خراب ہوتی گئی۔ (چین نہ رہا) خدا کی قدرت مال و دولت ہوتے ہوئے۔ رنگ رلیاں کھیلتے ہُوئے۔ دل کا اطمینان جاتا رہا۔ گھریلو زندگی برباد ہوگئی۔ نہ دل میں الفت و محبّت رہی۔ نہ دلی اطمینان رہا۔ حاجتیں بڑھتی گئیں گھر میں لڑائی جھگڑا فساد شروع ہوگیا۔ جب کبھی اپنے کسی ہم خیال سے گھریلو جھگڑے اور دلی بے اطمینانی کا اظہار کیا تو معلوم رشتہ دار کے ہاں جانے کا اتّفاق ہُوا۔ جو بظاہر سادہ بود و باش رکھتے تھے۔ اُنہیں اطمینان کی حالت میں پایا۔ یہ وہ لوگ تھے جو حلال کی روزی کماتے۔ نماز ادا کرتے اور سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ بس ارادہ کیا کہ یہی طریقۂ زندگی اختیار کیا جائے۔ انسان کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

پہلے تو اپنی اصلاح اپنی ہی سمجھ بوجھ سے کرنے کی کوشش کی۔ مگر جیسا کہ بغیر اُستاد کے کوئی ہُنر نہیں آتا۔ دل کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں۔ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ تعالےٰ نے اپنا فضل و کرم کیا کہ ایک نیک خصلت دوست کی دوستی کے سبب ایک ایسی مسجد میں آنا جانا ہوگیا۔ جہاں ہر روز علی الصباح درس قرآن ہوتا تھا۔ اس قرآنی تعلیم کی برکت سے آہستہ آہستہ نیکی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت ہونے لگی۔ مجھے نمایاں فرق اس وقت معلوم ہُوا۔ جب کہ میرے ایک عزیز نے کہا کہ تمہاری بہت سی بُری عادتیں رفع ہو رہی ہیں۔ اور نیکی کی طرف رُخ ہوگیا ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ "مجھے بھی وہ گُر بتاؤ۔ تاکہ مَیں بھی اس پر عمل کروں۔" مَیں نے جواب دیا کہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ روزانہ درس قرآن سُنتا ہوں۔ اور توفیق کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ یہ بات سُن کر وہ بہت حیران ہُوا کہ اس طرح انسان یکدم تمام بُرائیاں کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ ایسے وساوس شیطان دل میں ڈالتا ہے۔ اور نیکی کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ قرآن کی تعلیم سے سب رکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں۔ انسان فرشتہ تو نہیں بن سکتا۔ اس سے گناہ کا سرزد ہونا لازمی ہے۔ (سوائے پیغمبر کے) لیکن گناہ ہو جائے اور اللہ تعالےٰ سے معافی مانگ لے تو بخشش ہو جاتی ہے [illegible]

عمل کی توفیق ہونے لگی۔ غرضیکہ زندگی کی گاڑی صحیح اور سیدھی لائن پر چل نکلی۔

کچھ عرصہ بعد میرے اس عزیز نے اپنی کہانی یوں بیان کی۔ "مَیں نے اپنے لڑکے کی منگنی اس کے بچپنے میں ہی کر دی تھی۔ اب برخوردار نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ لڑکی والے چاہتے ہیں کہ شادی کر دی جائے۔ مگر مشکل یہ آگئی ہے۔ کہ اُن لوگوں نے جو نہیں چاہتے تھے کہ یہ رشتہ پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ لڑکی کے چچا اور دادی کو (جو کار مختار ہیں) میرے خلاف یہ کہہ دیا ہے۔ کہ لڑکے کا والد "وہابی" ہے۔ ان کے عقائد درست نہیں ہیں۔ یہ بزرگوں (اولیا اللہ) کی عزّت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں مانتے۔ درود و سلام نہیں پڑھتے۔ ختم کے مُنکر ہوتے ہیں۔ گیارھویں نہیں دیتے عرس نہیں مناتے۔ شفاعت کے منکر ہیں۔ اس کے علاوہ شادی کے موقع پر باجہ۔ گھوڑی۔ مہندی۔ سہرا نہیں کرتے۔ درآنحالیکہ ہمارے بڑے یہ رسمیں کرتے آئے ہیں۔

لڑکی کے چچا و دادی نے مجھ سے ان باتوں کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو ایسی صورت میں رشتہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ تو تب ہی ہوگا کہ تم ان تمام رسومات کو کرنے کا اقرار کرو۔ اور عقائد بھی ٹھیک رکھو جیسا کہ اُوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ رشتہ سے جواب ہے۔

مذکورہ بالا تمام داستان سُن کر مَیں نے اپنے عزیز سے کہا۔ تو پھر آپ نے اُنہیں کیا جواب دیا۔ تو میرے عزیز نے کہا کہ مَیں نے اُن سے صاف کہا۔

"کہ سُنئے صاحب "وہابی" اور عقائد کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ آپ اس معاملہ میں سخت مغالطہ میں ہیں۔ دُور سے سُنی سُنائی باتوں پر بنیاد کھڑی کرنا مناسب نہیں۔ مَیں تو سُن کر ہی حیران رہ گیا ہوں۔ کہ آپ نے کتنا غلط سمجھ رکھا ہے۔ آپ کوئی وقت مقرر

نہ ہو۔ میں خدا و رسولؐ کو ناراض کر کے خود جہنم میں جاؤں۔ میں ایسا سودا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر میں چلا آیا ہوں۔

اپنے عزیز کی یہ تمام کہانی سُن کر میں نے اُسے کہا۔ کہ خدا پر بھروسہ کرو۔ اگر یہ لڑکی تمہارے لڑکے کی قسمت میں لکھی ہے۔ تو شادی ہو کر رہے گی۔ میرے عزیز نے کہا۔ کہ "انشاء اللہ تعالےٰ میں اپنی بات پر قائم رہوں گا۔"

چند روز بعد پھر ملاقات ہوئی۔ تو میرے اس عزیز نے مجھ سے کہا۔ "بھائی صاحب بڑی مصیبت میں جان آگئی ہے بیوی۔ اولاد۔ قریبی رشتہ دار سب نے مجھ سے ایک طرح کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ لڑکے کے ماموں کو لڑکی والوں کے گھر بھیجا گیا۔ جو انہیں یہ کہے کہ لڑکے کے والد کی بجائے میں اس بات کا ذمہ اُٹھاتا ہوں (لڑکے کا ماموں) کہ تمام رسومات کی جائیں گی۔ گھر کے تمام افراد بھی اس بات پر آمادہ ہیں۔"

مگر لڑکی کی دادی نے کہا کہ باپ کے زندہ ہوتے ہوئے دوسرا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو تمام گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ اب کوئی کہتا ہے۔ کہ ہماری تو دنیا ہی برباد ہو گئی۔ یعنی جو جہیز۔ زیورات فرنیچر وصول ہونا تھا اس سے محروم ہو گئے۔ وہ حاصل ہو جاتا تو آئندہ زندگی کے دن اچھے گزر جاتے۔ کوئی رونی صورت بنا کر کہتا ہے۔ کہ بُرا ہو اس دوست کا کہ جس نے لڑکے کے باپ کو مسجد کا دروازہ دکھایا۔ جس کی وجہ سے اتنا نقصان۔ اور بیعزتی الگ ہوئی۔ رشتہ ہاتھ سے گیا۔ یہ ہماری بدقسمتی۔ کسی نے کہا کہ یہ کونسی دینداری ہے۔ کہ کوئی رسم ہی نہ کرو۔ ہمارے باپ دادا کرتے آئے۔ یہ اب نئے دین دار اُٹھے ہیں۔ ہمیں تو محلہ کی مسجد کے مُلّا نے کبھی نہیں ٹوکا۔ ہماری شادی میں شریک ہوتے ہیں اور کبھی اعتراض نہیں کیا۔ کہ یہ رسم نہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ ہم نے تو مولویوں کی اپنی اولاد

مذکورہ بالا حالات سُن کر میں نے اپنے عزیز سے کہا۔ کہ یاد رکھو یہی امتحان کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر دل مضبوط رکھنا چاہیئے۔ ایسے ہی وقت میں نیک ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جب کہ اولاد۔ برادری ایک طرف ہو اور غیر شرع رسمیں کرانی چاہیں۔ لہٰذا ایسے وقت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات مانی جائے۔ خدا کا خوف دامنگیر رہے۔ برادری ناراض ہوتی ہے تو ہو کسی کی پرواہ نہ کی جائے۔ برادری کی طعن و تشنیع کو دل میں جگہ نہ دی جائے ایمان پر قائم رہتے ہوئے کام وہی کیا جائے، جو حق ہے۔

میری نصیحت سُننے کے بعد میرے عزیز نے کہا۔ کہ انشاء اللہ آپ مجھے شریعت کے بارے میں مستقل مزاج پائیں گے۔

نہ معلوم کن حالات کے ماتحت ایک روز لڑکی والوں نے لڑکے کے باپ کو اپنے ہاں بُلا بھیجا۔ چنانچہ لڑکے کا باپ وہاں گیا۔ تو لڑکی کی دادی نے کہا۔ کہ آخری بار ایک بات کہتی ہوں کہ ایک دن مقرر کر کے اپنے عزیزوں کو بُلاؤں گی۔ تم بھی آنا اور اُن کے سامنے بیان کرنا کہ تمہارے اعتقادات کیا ہیں۔ اگر ٹھیک ہوئے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ دوسری صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رشتہ والی بات ختم کر دی جائے گی۔

چنانچہ ایک دن درس قرآن کے بعد میرے عزیز نے مجھ سے کہا کہ بھائی جان لڑکی کی دادی نے بُلایا تھا۔ وہ ہمارے مذہبی اعتقادات دریافت کرنا چاہتی ہے۔ مجھے تو اتنا زیادہ علم نہیں۔ لہٰذا میں یہ وعدہ کر کے آیا ہوں کہ میں اپنے ساتھ اپنے بڑے بھائی کو لاؤنگا۔ ان سے سوال جواب کر لیجئے۔ جو وہ فرمائینگے وہی میری رائے ہوگی۔ براہ مہربانی پرسوں اتوار کے دن میرے ساتھ وہاں چلئے گا۔

جب میں نے اپنے عزیز سے یہ بات سُنی جو اُوپر بیان کی گئی ہے تو میں تھوڑی

ان پر اتنا پختہ کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ انہیں عین دین سمجھتے ہیں۔ اور یہ بات جھگڑے کا موجب بن جاتی ہے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میں عالمِ دین نہیں ہوں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ روزانہ درسِ قرآن و حدیث سُن سُن کر دین کی سمجھ آگئی ہے۔ کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو گئی ہے۔ توحید و شرک میں تمیز ہے۔ مجھے وہاں جانے میں انکار نہیں ہے۔ البتہ خطرہ ہے۔ کہ کہیں تیز کلامی نہ ہو جائے۔ اور کوئی بے سمجھ کسی بات پر جھگڑا نہ کھڑا کر دے۔

میرے عزیز نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر چلیں گے۔ جو صحیح بات ہو گی پیش کر دیں گے۔ چاہے کام بنے یا بگڑے۔ آخری حجت تو پوری ہو جائیگی

اتوار کے دن صبح آٹھ بجے ہم دونوں لڑکی والوں کے مکان پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑے کمرہ میں دری بچھی ہوئی ہے۔ ایک طرف چھوٹا سا قالین اور گاؤ تکیہ ہے۔ مرد و عورتیں جمع ہیں۔

السلام علیکم - - - - و علیکم السلام

کے بعد میں اور میرا عزیز دونوں قالین پر بٹھا دیئے گئے۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ قرآن کریم کی عالمگیر عظمت صفحہ ۱۲ سے آگے)

کتاب کی تعلیم بہت جامع، بہت مؤثر، زیادہ مُبرہن اور زیادہ قابل قبول ہے۔

قرآن کریم کی بے نظیر سلاست اور روانی

پھر ایک دلیل قرآن شریف کے کلام ربانی ہونے کی اس کی لاثانی بندش اور بے نظیر روانی ہے۔ جس پر آج تک ایک دنیا شیدا ہے کوئی عربی عبارت پڑھو اس کی بندش اور روانی معمولی قسم کی ہوگی۔ لیکن قرآن کریم کی روانی اور سلاست اس قسم کی ہے کہ جو لوگ عربی سے کچھ مس نہیں رکھتے وہ بھی اس کی روانی اور سلاست کو دیکھ کر شیفتہ اور حیران ہیں۔ خوش آواز قاری جب قرآن شریف کو ایک لحن مرغوب اور اسلوب خوش سے پڑھتا ہے تو دلوں میں زلزلہ اور روحوں میں ولولہ ڈال دیتا ہے (باقی صفحہ ۲۳ پر)

ترغیب و ترہیب

(از جناب صغیر احمد خاں صاحب واثق فوقانی رام پوری)

بچا مجھ کو الٰہی شرک و بدعت کی سیاہی سے / منور یہ فضا کر دے ضیائے صبحگاہی سے

گرفتارِ مصیبت لو لگا یادِ الٰہی سے / نکالا حضرت یونس کو جس نے بطنِ ماہی سے

کہیں ایسا نہ ہو شیطان رگ رگ میں سما جائے / کسی لمحہ بھی تو غافل نہ ہو ذکرِ الٰہی سے

عمل کوئی نہ سرزد ہو خلافِ سنت و قرآں / اگر اعمال نامے کو بچانا ہو تباہی سے

اگر تجھ کو رضا منظور ہے اُس عرش والے کی / نہ جیتے جی سر اُٹھے تیرا فرشِ سجدہ گاہی سے

اگر تو چاہتا ہے نیکیاں دنیا و عقبےٰ کی / لگا لے دل اوامر سے بچا دامن نواہی سے

چلینگی کچھ نہ تاویلیں خلافِ سنت و قرآں / شفاعت ہو نہیں سکتی تیری عذرِ گناہی سے

قیامت میں جو اپنے ہیں وہ بن جائیں گے بیگانے / تو خود مجرم بنے گا اپنے اعضا کی گواہی سے

تخیّل میں رہے یہ خوف ہر اقدام سے پہلے / پڑیگا واسطہ اک دن عذابِ بے پناہی سے

بہارِ سبز کا پردہ ہے بحرِ سطحِ ہستی پر / مسلماں ڈوب جائیگا لگایا دل جو کاہی سے

چلا جا سر جھکائے منزلِ مقصود کی دُھن میں / ملے گا کیا تجھے باتیں بناتا ہے جو راہی سے

جو خود مجبور ہو وہ کیا کسی کے کام آئے گا / طلب کر استعانت صرف اے مسلم خدا ہی سے

یہاں کی انکساری پیش داور رنگ لائے گی / ذلیل و خوار ہو جائیگا ذوقِ عز و جاہی سے

الٰہی پاک رکھ شر کے تخیّل سے میرے دل کو / ملے فرصت نہ لمحہ بھر بھی مجھ کو خیرخواہی سے

خدا کی یاد ہے ہم کو جہاں کی فکر شاہوں کو
ہمارا بوریا بہتر ہے واثق تختِ شاہی سے

فضائلِ قرآن
بمطابق
حدیث خیر الانام

(از جناب مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب جامع مسجد واہ کینٹ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ دُنیا میں قاعدہ ہے کہ کوئی انسان جو کام بھی کرتا ہے بغیر نفع و قیمت کے نہیں کرتا۔ یہ ایک فطرتی اصول ہے۔ اسلام نے بھی جو کام بتلایا اس کے ساتھ اس کی قیمت و نفع کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن حضرات کی نظر سے کتب احادیث گزریں ہیں ان پہ یہ بات اچھی طرح عیاں ہے کہ فضائل پہ کتنا زور دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کے سامنے مسائل کے ساتھ فضائل کا نقشہ ہوتا تھا۔ اس لئے وہ حضرات فوراً اعمال کی طرف لپکتے تھے۔ ہم میں بیان فضائل نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں جذبہ عمل نہیں پیدا ہوتا۔ اس وجہ سے بندہ نے اِس عنوان کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو نافع بنائے۔ اور بمطابق الدال علی الخیر کفاعلہ کسی کے عمل میں بندہ کا بھی حصّہ ہو جائے۔

قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی کتاب میں سے ایک حرف بھی پڑھا تو اُسے اس کے بدلہ میں ایک نیکی ملے گی۔ اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓم ایک بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف میم ایک حرف (اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے)

عمل بالقرآن سے دنیا میں بلندی

عن عمرؓ بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اِنَّ اللہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن مجید کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

عمل بالقرآن کا قبر میں فائدہ

سورہ الٓمٓ تنزیل اور نیز سورہ ملک کے بارہ میں آتا ہے۔ کہ یہ سورۃ اپنے صاحب کی طرف سے قبر میں جھگڑا کرتے ہوئے کہے گی اے الہ العالمین۔ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو اس شخص کے بارہ میں میری سفارش قبول فرما اور اگر مَیں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس سے مٹا دے۔ اس کے بعد یہ سورت ایک پرندے کی طرح اس مرنے والے کے اوپر اپنے پر پھیلا دے گی۔ اور اس کی سفارش کرے گی۔ اور عذاب قبر کو اس سے روک دے گی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۵

میدان محشر میں قرآن کی شفاعت

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤ القرآن فانہ یاتی یوم القیمۃ شفیعاً لصحابہ (مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کو پڑھتے رہو۔ یقیناً یہ اپنے اصحاب کے لئے شفیع بن کے آئیگا۔

حافظ قرآن کو میدان محشر میں بشارت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور مقام کی طرف چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ دُنیا میں تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

تلاوت قرآن مجید سے دلوں کی صفائی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

قرآن مجید پڑھنے سے سکینۃ کا نزول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اس کا دَور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکۂ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے۔)

کن کن سرحدوں سے ملے۔

یہ خبر اطمینان بخش ہے کہ پولیس بد نامی کے دھبہ کو دھو رہی ہے۔ مجرمین گرفتار کر لئے گئے ہیں اور عدالتوں کے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ پھر بھی یہ امر ازبس ضروری ہے کہ سوسائٹی کے ایسے عناصر کو ہر طرح سے تادیباً بتا دیا جائے کہ نظم و نسق ان واقعات کا اعادہ نہیں ہونے دے گا۔ صرف اسی طرح معاشرہ امن سوز حرکات سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

(بقیہ سید معین الدین چشتیؒ صفحہ ۲ سے آگے)
فرماتے ہوئے سنا۔ "معین الدین۔ تمہیں ہندوستان کی روحانی سلطنت دی گئی ہے۔ وہاں کفر و شرک کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ اسلام کی شمع لے جا کر اُسے دُور کرو۔"

آپ نے اپنے مرشد سے تعبیر پوچھی اُنھوں نے آپ کو مبارکباد دی۔ اور خرقۂ خلافت عطا کر کے رخصت کیا۔ اثنائے سفر میں جب آپ ایران کے شہر سبزوار پہنچے تو ایک باغ میں قیام کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں کا حاکم یادگار محمد ملحد باطنی ہے۔ اور رعایا پر ظلم کرتا ہے۔ آج وہ اس باغ میں اجلاس کرے گا۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہاں دیکھ کر پریشان کرے۔ اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور جگہ تشریف لے جائیے۔" لیکن آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اسی کا انتظار ہے۔" کچھ دیر بعد حاکم آیا تو آپ کو بیٹھا دیکھ کر غضبناک ہُوا اور بولا کہ اس فقیر کو یہاں آنے کی اجازت کس نے دی؟ آپ نے یہ سُن کر اُس کی طرف خاص نظر سے دیکھا جس سے اس پر ایسا اثر ہُوا کہ لرزتا ہُوا آپ کے قدموں پر گرا اور معافی مانگنے لگا آپ نے اسے نرمی سے اُٹھایا۔ دُعا دی اور نصیحت کی۔ اُس نے اپنے غلط عقیدوں اور گناہوں سے توبہ کی۔ اور اپنی تمام دولت آپ کی نذر کی۔ لیکن آپ نے قبول نہ کی۔ اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کو دو جن پر ظلم کر کے تم نے اسے حاصل کیا ہے۔ اور مخلوق کا کوئی حق اپنے ذمہ نہ رہنے دو۔ اس نے تعیل کی۔ مظلوموں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے نقصان کا معاوضہ دیا۔ اور باقی مال بھی صدقہ کر کے فقیری اختیار کر لی۔ اور آپ کی بیعت کر کے دین کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔

آپ آگے روانہ ہوئے۔ جب بلخ پہنچے تو وہاں کے نامور فلسفی علامہ حکیم ضیاء الدین سے ملاقات ہوئی۔ وہ پہلے آپ کا مخالف تھا۔ لیکن زیارت سے ایسا متاثر ہُوا کہ مرید ہو گیا۔ آپ نے اسے خرقۂ خلافت دے کر اہلِ بلخ کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔ اس طرح عراق۔ ایران۔ افغانستان اور پنجاب کا دورہ کرتے ہُوئے کفرستانِ ہندوستان میں وارد ہوئے دہلی میں اپنے خلیفہ حضرت سیّد قطب الدین بختیار کاکیؒ کو مامور کیا اور خود اجمیر میں سکونت اختیار کی جو مہاراجہ پرتھوی راج کی راجدھانی تھا۔

اجمیر میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی تاریخ دُہرائی گئی۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس گئے تھے۔ اور اس نے ان کو جادوگر سمجھ کر اپنے جادوگروں سے ان کا مقابلہ کرایا تھا اور جادوگر عاجز آ کر ان پر ایمان لے آئے تھے اور فرعون ان کا تعاقب کرتے ہُوئے ہلاک ہُوا تھا اسی طرح حضرت سیّد معین الدینؒ اسلام کا پیغام لے کر اجمیر تشریف لائے۔ آپ کی مقبولیت دیکھ کر پرتھوی راج بدظن ہو گیا۔ اور جادوگروں اور جوگیوں کو آپ کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ لیکن آپ کے پاس جادو نہیں بلکہ اسلام کی رُوحانی قوّت تھی جس کے سامنے دُنیا کا کوئی جادو نہیں ٹھہر سکتا۔ چنانچہ فرعون کے جادوگروں کی طرح پرتھوی راج کے جادوگروں نے شکست کھا کر آپ کی بیعت کر لی اور اسلام کے خادم بن گئے۔ پرتھوی راج عداوت سے باز نہ آیا جس کی سزا اس کو قدرت کی طرف سے یہ ملی کہ سلطان محمد غوری سے لڑتے ہوئے مارا گیا اور ہندوستان میں افغان سلطنت قائم ہو گئی۔

آپ بدستور شمع توحید سے شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دُور کرنے اور چشمۂ ایمان سے تشنگانِ صداقت کی پیاس بجھانے میں مشغول رہے۔ آپ کے مرید رُوحانی مُردوں کو ہدایت کا آبِ حیات پلانے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں مقیم ہو گئے۔ صدہا تشنہ لبوں نے اسلام کے جام نوش کر کے ابدی زندگی حاصل کی ۶۔ رجب ۶۳۳ھ کو پچانوے برس کی عمر میں شربت وصال پیا اور اجمیر ہی میں مدفون ہوئے۔ جہاں آپ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس ہستی نے توحید کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگی وقف کی اس کے عرس میں مشرکانہ رسمیں جاری کی جاتی ہیں۔ اور "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کے قائلین اس کو حاضر ناظر سمجھ کر دُعا میں براہِ راست مخاطب کر کے اس سے مرادیں مانگتے ہیں۔ حالانکہ آپ سے محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ کے کام یعنی اشاعتِ اسلام کو جاری رکھ کر ان آیتوں کے مصداق بن جائیں۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا
سورہ بقر رکوع ۱۷ پارہ ۲

اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی راہ پر چلنے والی امت بنایا تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے نگراں بنو اور رسولؐ تمہارے اعمال کا نگراں ہو۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط
سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی تاکہ تم نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ۔ یعنی دُنیا میں نظام الٰہی قائم کرو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/ ۲۱ ۱۶۳ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C/ - B - T/ ۲۴۳۰ - ۲۴۸۱ - مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ للعہ
ششماہی سے
فی پرچہ ۴ر

مفید کتابیں

۱ - برکات الاسلام	۰ — ۲ — ۱	۱۱ - شانِ رسالت	۰ — ۰ — ۱
۲ - طب روحانی	۰ — ۶ — ۰	۱۲ - اعمال قرآنی	۰ — ۱۲ — ۰
۳ - امام اعظمؒ	۰ — ۱۰ — ۲	۱۳ - جانوروں کے حقوق	۰ — ۴ — ۰
۴ - پچاس قصے	۰ — ۶ — ۰	۱۴ - فضائل ذکر	۰ — ۴ — ۲
۵ - پاک زندگی	۰ — ۴ — ۰	۱۵ - فضائل تبلیغ	۰ — ۶ — ۰
۶ - گناہوں کا بدلہ	۶ — ۷ — ۰	۱۶ - سیرت کبریٰ مجلد اول	۰ — ۴ — ۵
۷ - حکایاتِ صحابہؓ	۰ — ۰ — ۲	۱۷ - ״ ״ ״ دوم	۰ — ۴ — ۵
״ ״ مجلد	۰ — ۱۰ — ۲	۱۸ مسنون دعائیں	۰ — ۶ — ۰
۸ فضائلِ نماز	۰ — ۱۲ — ۰	۱۹ - چھ باتیں	۰ — ۴ — ۰
۹ - الفاروق مجلد	۰ — ۸ — ۴	۲۰ - فضائلِ رمضان	۰ — ۹ — ۰
۱۰ - اسلامی نام	۰ — ۴ — ۰	۲۱ - فضائلِ قرآن مجید	۰ — ۱۲ — ۰

ملنے کا پتہ :- منیجر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔